ماہنامہ فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض و مقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف و کرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب و عرفان اور اس کی رضا و لقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد و بغض، تجسّس و غیبت اور ہوا و ہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم و رضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل و عیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح و خدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر	احمد رضا خان 0321-6400942
معاون مدیر	شہزاد محمود بخاری 0301-7430525
نائب مدیر	سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ✿ ✿ ✿ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کا اہلِ پاکستان کے نام پیغام!

پاکستان ایک نوزائیدہ مُلک ہے اور اس دعوے کے ساتھ بنایا گیا ہے کہ یہاں صرف قرآن اور سنّت کے مطابق حکومت کی جائے گی۔ دُنیا میں اب تک بیسیوں طرزِ حکومت آزمائے جا چکے ہیں لیکن کوئی طرزِ حکومت بھی انسان کو من حیث الکل مطمئن نہیں کرسکا۔ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ انسان کو سو فیصدی مطمئن کرنے اور خوشحال و فارغ البال رکھنے والا طرزِ حکومت صرف وہی ہے جس کے اُصول قرآن میں بتائے گئے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے چودہ سو برس تک جن مختلف ممالک پر حکومت کی ان کے عوام ہی کب خوش رہے، علاوہ ازیں تمہارے اسلامی ممالک خود آپس ہی میں ہمیشہ لڑتے اور خونریزیاں کرتے رہے، اِس لیے تمہارا دعویٰ باطل ہے۔ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ درحقیقت قرآنی اُصولوں کے مطابق حکومت تو صرف رسول پاک ﷺ کے زمانے سے حضرت عمرؓ یا زیادہ سے زیادہ خلافتِ راشدہ تک ہی رہی ہے اور اس زمانہ میں نہ صرف ممالکِ اسلامی بلکہ اُن ملکوں کے عوام بھی ہر طرح خوش رہے جہاں مسلمانوں کی حکومت تھی، لیکن خلافتِ راشدہ کے بعد جتنی بھی اسلامی حکومتیں قائم ہوئیں وہ قرآنی اُصولوں کے مطابق نہ تھیں، اِس لیے ان حکومتوں میں عوام کو وہ امن وسکون میسر نہ ہوا جس کی تلاش میں

اہلِ دُنیا ہمیشہ سے سرگرداں و پریشان ہیں ۔لہٰذا اب ہم پاکستانی محض کتاب وسنت کے مطابق ایک نظامِ حکومت قائم کر کے دُنیا پر ثابت کر دیں گے کہ صرف وہی طرزِ حکومت جو قرآن نے بتایا اور رسولِ خدا نے قائم کر کے دکھایا، دُنیا کی فلاح و بہبود کے لیے ملتفی ہوسکتا ہے۔ یہ بظاہر چھوٹا منہ اور بڑی بات ہے، لیکن دعویٰ اپنی جگہ پر قائم ہے اور وہ مُلک جو اس دعوے کے تحت بنایا گیا ہے، موجود ہے اس لئے ''اے پاکستانی مسلمانو! اچھی طرح ذہن نشین کرلو کہ یہ بات تمام دُنیا کے لیے ایک نیا تجربہ ہے اور تمام اسلامی و غیر اسلامی ممالک کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں اور وہ سب تمہارے اس دعوے کی صداقت کو دیکھنا چاہتے ہیں ۔اگر تم سچے ثابت ہوئے تو معلوم ہے کیا ہوگا؟ امکان نہیں بلکہ یقینِ کامل ہے دُنیا کے تمام ممالک کی بھاری اکثریت صداقتِ قرآن کی قائل اور تعلیمِ قرآن پر عامل ہو جائے گی ۔لیکن اگر تم ناکامیاب رہے تو ساری دُنیا میں تمہارا، تمہارا نہیں خدا اور رسول ﷺ کا مذاق اُڑے گا اور اُس کی سزا میں تم اِس دُنیا میں بھی ذلیل ورُسوا ہو گے اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف لوٹا دیئے جاؤ گے''۔

قیامِ پاکستان کو کافی عرصہ ہو گیا ہے، اب تک ہم نے کیا کیا ہے، اس پر پورا تبصرہ تو ممکن نہیں اتنا یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ پاکستان بننے کے بعد یہاں کے باشندوں میں نماز کا چرچا بہت زیادہ ہو گیا ہے، مساجد بھی عام طور پر ہر جگہ نمازیوں سے بھری ہوئی نظر آتی ہیں اور سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ اکثر اُمراء اور حکّام بھی موٹروں میں بیٹھ کر آتے اور اپنے غریب بھائیوں کے ساتھ ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھک جاتے ہیں ۔روزوں کی پابندی اور رمضان کی رونق بھی

پہلے سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ زکوۃ دینے والوں اور حج کرنے والوں کی تعداد بھی بڑھتی جارہی ہے اور حصولِ دولت کے لیے عمل کی قوّت میں بھی بے اندازہ ترقی ہوئی ہے اور بے عملی، سُستی اور کاہلی کی تباہ کن عادتیں رفتہ رفتہ کم ہورہی ہیں، لیکن جہاں تک اخلاق کا تعلق ہے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اس میں ہمارے پاکستانی بھائیوں نے بالکل ترقی نہیں کی بلکہ الٹا تنزل ہوا ہے، حالانکہ یہی وہ کسوٹی ہے جس پر غیر مسلم قرآن کریم کی تعلیم اور رسولِ خدا کے اسوۂ حسنہ کو جانچتے، پرکھتے اور اسلام کے متعلق رائے قائم کرتے ہیں۔ یہ لوگ تمہاری نماز اور روزوں کو ہرگز نہیں دیکھتے، وہ تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کاروبار اور معاشرتی معاملات میں تم ان کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہو۔ یہ لوگ تمہارے اخلاق کے متعلق بہت بُری رائے رکھتے ہیں اور سبب قرآنی تعلیم کو ٹھہراتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستانی عوام آدابِ مجلس میں بالکل کورے ہیں، بول چال میں ان کی زبان نا ملائم، لہجہ سخت اور حرکات وسکنات درشت ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستانی مسلمانوں کو راستہ تک چلنے کی تمیز نہیں ہے، راستے میں ہر وقت تھوکتے ہیں، پھلوں کے چھلکے پھینکتے ہیں، چلتے میں ایک دوسرے کو دھکے دیتے ہیں، حتیٰ کہ بچوں اور خواتین کا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ بسوں اور ٹرینوں میں سوار ہوتے وقت ان کو قطار تک بنانی نہیں آتی۔ چلتے چلتے لڑ پڑنا، گالیاں بکنا اور ایک دوسرے سے دست بگریبان ہو جانا ان کی عام عادتیں ہیں جو پاکستان کے ہر شہر میں عام راستوں پر ہر وقت نظر آ سکتی ہیں۔ ان لوگوں کو ہم پاکستانیوں کی بد دیانتی کا بھی بہت شکوہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پاکستانی نوکر بے انتہا بے ایمان ہوتے ہیں، ہم ان سے سودا منگائیں تو ایک روپیہ کے دو روپیہ

وصول کرتے ہیں اور اگر ہم بازار سے خود جا کر لیں تو پاکستانی دکاندار ایک چیز کی قیمت دس روپے مانگتے ہیں اور آخر میں حجت اور بک بک جھک جھک کے بعد وہی چیز دَو روپے میں دے دیتے ہیں۔ اگر یہاں کے سوداگروں سے کوئی بڑا سودا کیا جائے تو بے ایمانی اور بھی بڑی کرتے ہیں۔ اِن کو اپنی زبان اور اپنے وعدوں کا بالکل لحاظ نہیں ہوتا۔ نمونہ کچھ دکھاتے ہیں دیتے کچھ اور ہیں۔ حتّٰی کہ جو سامان غیر ممالک کو بڑی مقدار میں بھیجا جاتا ہے اس میں بھی یہی بے ایمانی کی جاتی ہے جس کی وجہ سے باہر کی منڈیوں میں ان کی ساکھ کم ہو رہی ہے، جو غیر ملکی حضرات قرآن کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام کی سادگی ،صداقت اور آسانیوں کو دیکھ کر مسلمان ہو جاتے ہیں وہ جب اسلامی مما لک میں اپنے دینی بھائیوں کو دیکھنے آتے ہیں تو سخت مایوس ہوتے ہیں۔ ہم نے ایسے کئی حضرات کو بگوشِ خود کہتے سنا ہے کہ ”ہم تو قرآن کی تعلیم کو دیکھ کر ایمان لے آئے مگر جب یہاں آکر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ مسلمان تو شرافت اور اخلاقِ حسنہ کے نام سے بھی واقف نہیں اور ہم اب یہ غور کر رہے ہیں کہ ہم نے اسلام قبول کر کے غلطی تو نہیں کی“۔

ان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم اپنے تمام مسلمان بھائیوں سے عموماً اور پاکستان کے مسلمانوں سے خصوصاً یہ مخلصانہ استدعا کرتے ہیں کہ عبادات کی پابندی کے ساتھ ساتھ آپ اپنے اخلاق کو زیادہ سے زیادہ سنوارنے اور سدھارنے کی کوشش کریں تا کہ اقوامِ عالم اسلام کے متعلق غلط رائے قائم نہ کرسکیں اور آپ کو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب نہ دینا پڑے۔

(اقتباس از تعمیرملت)

نقوشِ مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

مرتب: سید رحمت اللہ شاہ

تقدیر جو ہے یہ آپ کیلئے نہیں ہے۔ یہ ان چرند پرند کیلئے ہے جو اس کے پابند ہیں اپنی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتے۔ بھینس جو ایک لاکھ سال پہلے اس کی زندگی تھی، اب بھی ویسی ہے۔ چارہ کھاتی ہے، دودھ دیتی ہے، پانی پیتی ہے، وہ اپنی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں لا سکتی اور نہ اس میں یہ Capability ہے۔ یہ سورج، چاند، ستارے، سب اپنی ڈیوٹی میں لگے ہوئے ہیں لیکن بندھے ہوئے ہیں۔ اس سے ہٹ نہیں سکتے۔ وہ تقدیر انسان اپنے لئے نہ سمجھے کہ میں بھی ایسے ہی بندھا ہوا ہوں، میں کچھ نہیں کر سکتا، وہ ان کیلئے ہے۔

؎ تقدیر کے پابند نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

آپ کیلئے احکام ہیں اور آزادی ہے۔ نہیں کرو گے تو یہ دوزخ کا طبقہ ہے۔ یہاں رہو گے اور کرو گے تو درجہ بدرجہ وہ جنتیں ہیں وہاں پہنچ جاؤ گے۔ اللہ کے احکام یہی ہیں۔ جو کرے گا وہ یہ اجر پائے گا، جو نہیں کرے گا اس کے ساتھ یہ ہوگا۔ تمہارے لئے یہ تقدیر ہے۔ ایسے جکڑی ہوئی نہیں ہے۔ یہ اعمال ہیں۔ تمہارے اختیار میں ہیں۔ چلو گے تو ان پر چل جاؤ گے انسان کو حکم وہ ہے۔ فرمایا کہ معرفت کیلئے پیدا کیا ہے۔ اللہ کو پہچان کے سجدہ کرے۔

بزرگ کہتے ہیں کہ کچھ مخلوقات قیام میں ہیں، کھڑے ہیں، رکوع نہیں کر سکتے۔ سجدہ نہیں کر سکتے۔ درخت قیام میں ہیں۔ اُدھر اللہ کی تسبیح جو اللہ نے سکھائی ہے، وہ کرتے ہیں

کچھ رکوع میں ہیں۔سجدہ نہیں کر سکتے جیسے جانور گائے، بھینس وغیرہ سب جھکے ہوئے ہیں۔ انہوں نے رکوع کی حالت میں ساری زندگی گزارنی ہے۔کیڑے مکوڑے جو ہیں، جو سب زمین پہ چل رہے ہیں،وہ سجود میں ہیں۔وہ سجدے میں رہتے ہیں، کھڑے نہیں ہوسکتے۔لیکن انسان کواللہ نے کھڑا کیا ہے۔تیری پیشانی کواوپر کردیا ہے۔اللہ کو پہچان کے، اللہ کی تکبیر بیان کر کے یہ اُٹھے،اور اللّٰہ اکبر کہہ کے یہ سجدے میں جائے پھر اس کا سجدہ قبول ہے۔اللہ کی شان کو جان کر،اور پھر اپنا سر جسے کھڑا کیا، اس کو خود جھکا۔پہچان ہو۔آپ سے وہ نماز چاہتے ہیں۔زندگی پہچان والی، اللہ کی معرفت والی، آپ کیلئے ہے۔وہ حدیث بھی ہے کہ

کُنتُ کَنزاً مَخفِیاً۔ ﴿میں چھپا ہوا خزانہ تھا۔﴾

چھپے ہوئے خزانے کے بارے میں کوئی جانتا ہی نہیں ہے کہ کہاں پڑا ہے؟ کیا ہے؟فرمایا کہ بس ایسے ہی تھا۔زمین وآسمان سارا کچھ تھا۔میری شان کو نہ کوئی سمجھتا تھااور نہ کوئی مجھ سے پیار کرتا تھا۔میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔ہر مخلوق اللہ کی بات کو سمجھتی ہے۔ اپنے شعور کے مطابق اس کی تعریف بھی کرتی ہے۔سب سے اعلیٰ شعور اس نے انسان کو دیا۔ اس لئے اسے اشرف المخلوقات کہا۔اس میں یہ بات ہے کہ یہ سب سے زیادہ اللہ سے پیار کرسکتا ہے۔اس کو پہچاننے کیلئے بنایا گیا ہے۔اسی کو پہچان ہےاور یہ اس کے لئے قربانیاں کرتا ہے۔انسان کو پہچان کیلئے بنایا اور دنیا میں اس لئے بھیجا کہ سب کچھ جان سکے اور میری پہچان کی مکمل تکمیل کر کے واپس آئے۔اسی کے مطابق درجات ہوں گے۔

بچہ جو ہے جب یہ پیدا ہوتا ہے تو صحیح سلامت ہوتا ہے۔سارے اعضاء اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔کان بھی، آنکھ بھی، دل بھی، دماغ بھی،سب کچھ لیکن اس وقت یہ پڑھ نہیں سکتا۔اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ

وَاللّٰهُ أَخْرَجَكُم مِّن بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ لاَ تَعْلَمُونَ شَيْئاً ۔ (سورۃ النحل ۱۶۔آیت ۷۸)

ماؤں کے پیٹوں سے ایسا تمہیں پیدا کیا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے۔زیرو میٹر پر تھے۔
لیکن اندر وہ علم حاصل کرنے کے اعضاء کان، ناک، عقل، سب کچھ دیا ہے۔اس وقت کچھ نہیں جانتا۔یہاں آئے گا۔آہستہ آہستہ چلے گا۔بچہ ہے۔اس کا ہاتھ نہیں نکلتا۔آنکھیں نہیں نکلتیں۔آہستہ آہستہ وہ ہاتھ مارتا ہے۔چلنا شروع کرتا ہے۔پہلے گھٹنوں کے بل چلتا ہے، پھر کھڑا ہوتا ہے، پھر اوپر چلتا ہے۔پہلے ایک قدم لیتا ہے، پھر دوسرا قدم لیتا ہے۔ہم خوش ہوجاتے ہیں کہ بچہ چل پڑا ہے۔چیزیں موجود ہیں لیکن ٹائم کے ساتھ ان کا کنٹرول بنے گا۔ ٹائم کے ساتھ انہیں استعمال کرے گا۔ٹائم کے ساتھ ہی اللہ کی معرفت حاصل ہوگی۔پاؤں پہ کنٹرول ہوگا۔پڑھنے پر دماغ چلے گا۔زبان چلے گی، پہلے الفاظ ادا کرے گا۔الف، ب چل پڑے گی۔ وہ شروع میں ہی کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ٹائم پہ جا کے ہی اس کا Brain develop ہوگا۔اسی طرح وہ روح ہے۔جوان ہوگی۔اس کی Understanding بنے گی اور پھر کہیں جا کے اللہ کی معرفت کا سفر ہوگا۔فرمایا کہ

وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِّلْمُوقِنِينَ ۔ (سورۃ الذاریات ۵۱۔آیت ۲۰)

''زمین کے اندر اہل ایمان کیلئے بہت سی نشانیاں اکٹھی کر رکھی ہیں۔''

وَفِي أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۔ (سورۃ الذاریات ۵۱۔آیت ۲۱)

تمہارے جسموں کے اندر بھی۔تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ کیسے کیسے نظام تمہارے اندر چل رہے ہیں؟ ہر پرزہ جو ہے وہ ایک کرشمہ ہے۔قلب کو دیکھو۔کیسے چل رہا ہے؟ پمپ کیسے کر رہا ہے؟ کیسی مشین اللہ نے بنائی ہے جس میں چار Valve ہیں۔خون بھیجتا ہے اور واپس لے رہا ہے۔اس کو چلاتا کون ہے؟ یہاں تو کوئی مشین بھی بجلی کے بغیر، یا ڈیزل اور

پٹرول کے بغیر نہیں چلتی۔یہ کیسے چل رہا ہے؟ایک پمپ چل رہا ہے۔سارے بدن میں نیچے بھی خون پہنچا رہا ہے،اوپر بھی خون پہنچا رہا ہے۔دماغ تک بھی جاتا ہے۔کوئی ہے ایسا پمپ جو پہاڑوں پر بھی پانی بھیج سکے اور نیچے بھی سیراب کرے۔پھر یہ پانی سارے کھیتوں کو دے کر واپس بھی لے آئے۔کوئی نہیں ہے۔صرف ایک یہ پمپ ہے جو سارے کھیتوں کو سیراب بھی کرتا ہے، واپس بھی لے آتا ہے،سب کو زندگی بھی ملتی ہے۔سیراب بھی ہو جاتے ہیں۔ اکٹھا بھی کر دیتا ہے، پھر صاف کر کے دوبارہ بھیج دیتا ہے۔کوئی ایسا پمپ کسی نے آج تک بنایا ہے؟ اللہ کہتا ہے کہ تمہارے اندر میری نشانیاں ہیں۔یہ پھیپھڑے کیسے چل رہے ہیں۔ان کو پھیلاتا کون ہے؟ کوئی نہیں کرسکتا۔اللہ کا امر ہے۔یہ جاری ہے۔وہ جیسے چاہتا ہے سب کر دیتا ہے۔اللہ کہتا ہے کہ اس کو دیکھو۔

وَفِيْ أَنفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ. (سورۃ الذاریات ۵۱۔آیت ۲۱)

تمہارے اندر بھی سب کچھ ہے۔نظر دوڑاؤ۔غور کرو اس پہ کہ کیسے چل رہا ہے؟اس میں نشانیاں ہیں۔

إِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيَاتٍ لِّأُوْلِيْ الْأَلْبَابِ. (سورۃ آل عمران ۳۔آیت ۱۹۰)

زمین کی اور آسمان کی پیدائش میں، دن رات کے بدلنے میں، اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں أُوْلِيْ الْأَلْبَاب کیلئے۔اہل دانش کے لئے۔جو جستجو رکھتے ہیں اللہ کی ان کیلئے نشانیاں ہیں۔ أُوْلِيْ الْأَلْبَاب کا مطلب سائنسدان نہیں ہے۔أُوْلِيْ الْأَلْبَاب کا مطلب وہ صوفیاء ہیں جو اللہ کی محبت کے قائل ہیں۔'لب لباب' کہتے ہیں اندر والی چیز کو۔لب لباب۔یہ أُوْلِيْ الْأَلْبَاب ہے۔جو اندر والی بات کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ان کے لئے نشانیاں ہیں۔بتایا بھی ہے

کہ کون ہیں۔ وہ کون ہیں؟

الَّذِیْنَ یَذْکُرُونَ اللّٰہَ قِیاماً وَقُعُوداً وَعَلَیٰ جُنُوبِھِم. (سورۃ آل عمران ۳۔ آیت ۱۹۱)

وہ جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ وہ ہیں۔ یہ نشانیاں جو ہیں اللہ ان کی ساری حقیقت کھول دیتا ہے۔ اس کی تیاری کے لئے انسان کو یہ سلیبس دیا گیا ہے۔ ذکر کرو تو وہ حقیقتیں کھلیں گی۔ پہلے ذکر کرو پھر وہ تفکر کرو۔ پہلے وہ ذکر کرو۔

وَیَتَفَکَّرُونَ فِیْ خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ. (سورۃ آل عمران ۳۔ آیت ۱۹۱)

اللہ ان پہ یہ حقیقتیں کھولتا ہے جو پہلے ذکر کرتے ہیں پھر اس کے بعد تفکر کرتے ہیں۔

قرآن جس فقر کی تعلیم دیتا ہے وہ ذکر و فکر کا Combination ہے۔ اسی آیت کے تحت ذکر کرتے ہیں۔ علامہ فرماتے ہیں کہ

؎ فقر قرآں اختلاطِ ذکر و فکر

وہ نہیں کہتا کہ دنیا کو چھوڑ دو اور کسی جگہ پر جا کر بیٹھ جاؤ۔ اس کو ساتھ ساتھ کرو۔ اللہ کا ذکر ساتھ ساتھ کرو اور اس کی تخلیق میں غور بھی کرو کہ کیسے یہ بنی ہے؟ تم اس کے راز کو پا لو گے۔ سائنس کیا ہے؟ تدبر و تفکر جس سے چیزوں کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ اسے انسانیت کے فائدے کیلئے استعمال کرو۔

؎ فقر قرآں اختلاطِ ذکر و فکر
فکر را کامل ندیدم جز بذکر

اس نے کہا کہ اسلام کا فقر جو ہے وہ دونوں کے Combination سے ہے۔

فرمایا: ؎ فکر را کامل ندیدم جز بذکر

میں نے کسی عقل کو ذکر کے بغیر کمال تک پہنچتے نہیں دیکھا۔ عقل وہی کمال کو پہنچتی ہے

جس کے ساتھ اللہ کا ذکر شامل ہو۔

ہمارے مسلمانوں کے سارے اکابر وہ تھے جو اہلِ ذکر تھے۔ وہ غزالی ہوں، شاہ ولی اللہ ہوں، یا جو مرضی ہوں۔ یہ وہی تھے جو اہلِ ذکر تھے۔ ان کا ہی نام ہے علماء میں بھی اور سب جگہ صوفیاء میں بھی۔ علامہؒ کی طرح پی ایچ ڈی (PhD) کوئی نہیں آئے پاکستان میں؟ بے شمار پی ایچ ڈی تھے۔ چپے چپے پر آئے۔ وہ (علامہ محمد اقبالؒ) پی ایچ ڈی تھا لیکن اہلِ ذکر تھا۔ اللہ والوں کی صحبت میں پلا تھا۔ وہ مولانا میر حسن شاہ صاحبؒ اس کے پیر تھے، استاد تھے، یہ اُن کا پڑھایا ہوا تھا۔ جب اقبال کو سر (Sir) کا خطاب ملا تو گورنر نے پوچھا کہ آپ مسلمانوں کے لیڈر ہیں، شمس العلماء کا خطاب دینا ہے، کسی کا نام آپ بھی تجویز کریں۔ انہوں نے کہا کہ میں تجویز کروں گا تو پھر انہیں کو دینا پڑے گا۔ گورنر نے کہا کہ بتائیں۔ آپؒ نے کہا کہ میر حسن شاہ صاحبؒ جو ہیں وہ ہیں شمس العلماء۔ انہوں نے کہا کہ وہ تو مشہور ہی نہیں ہیں۔ نہ کوئی کتاب، نہ تفسیر۔ علامہ نے کہا کہ تفسیر کی بات چھوڑیں اگر مجھ میں کوئی خوبی ہے تو میں ان کی تصنیف ہوں۔ اگر مجھ میں کوئی خوبی نظر آتی ہے تو یہ مجھے انہی کے در کا دیا ہے۔ اور یہ بھی کہا کہ اُنہیں یہ خطاب گھر جا کے دینا پڑے گا۔ اُنہوں نے دربار میں نہیں آنا کہ کسی گورنر نے بلایا ہے میں کوئی سُوٹ پہن کر جاؤں۔ فرمایا: انہوں نے یہاں کوئی نہیں آنا۔ اُنہیں گھر جا کے دینا پڑے گا۔ یہ خطاب پھر اُنہیں کو دیا گیا۔ ان کے بیٹے نے وصول کیا۔ وہ آتے تھے بھلا۔ وہ تو خود بادشاہ تھے۔ انہوں نے کہہ دیا کہ وہ نہیں آئیں گے۔ ان کے گھر جا کے دینا پڑے گا۔ آپ کی سفارش تھی۔ کہا کہ میں ان کی تصنیف ہوں۔ مجھے اُنہوں نے بنایا ہے۔ یہ ہے۔ جو اہلِ اللہ کی صحبت میں بیٹھتے ہیں تو اللہ کی محبت ان میں نفوذ کرتی ہے۔ سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اللہ والوں کی مجلسوں میں بیٹھو۔

آج کل تو آٹے، چاول، چینی کا سیاپا بنا ہوا ہے۔ ہے کوئی ایسی مجلس جس میں اللہ کی بات ہو؟ اللہ کے پیار کی بات ہو؟ ان کو نظر انداز کر کے اپنا سفر جو اللہ کی طرف ہے وہ طے کرو۔کل یہ بند ہو جائے گی۔بلا لیں گے کہ آؤ جی۔انہوں نے نہیں پوچھنا کہ زرداری نے کیا کیا؟ وہاں تو آپ کی بات پوچھی جائے گی کہ آپ نے کیا کیا ہے؟ ادھر لے آؤ۔اُن کا وہ ہے،اُن کا وہ دیکھیں گے،تم اپنی بتاؤ۔نبی پاک ﷺ نے فرمایا: کلکم راع و کلکم مسئول۔

ہر بندہ حکمران ہے۔ہر بندے سے اس کی حکومت کے بارے میں سوال ہو گا۔

بادشاہی ہے سب کی۔سب اپنے گھر میں بادشاہ ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے مثال دی اس غلام کی کہ جو بکریاں چرانے پہ مامور ہے۔فرمایا: وہ بکریاں اس کی رعایا ہیں۔وہی بادشاہی ہے اس کی۔ان پر اس کا مکمل کنٹرول ہے۔جب گھر سے باہر لے جاتا ہے تو ان کا خیال اس نے کرنا ہے۔جو جو دیا ہے،اس کا امتحان ہو گا۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ ۔ (سورۃ الانعام ٦۔آیت ١٦٥)

خلفاء بنایا تم کو زمین کے۔

لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا آتَاكُمْ ۔(سورۃ الانعام ٦۔آیت ١٦٥)

تا کہ تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے آزمائے۔اس میں ٹیسٹ ہے کہ وہ بکریوں کو اس طرف لے جاتا ہے جس طرف چارہ یا گھاس ہے یا اُجاڑ کی طرف لے جاتا ہے۔ جب انہیں دھوپ لگتی تھی تو اسے احساس ہوتا تھا کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے،انہیں سائے کے نیچے لے چلوں۔پیاس لگتی تھی تو اسے احساس ہوتا تھا کہ انہیں پیاس لگی ہے کسی پانی کی جگہ لے کے جاؤں۔اُسی کا حساب ہو گا جو دیا ہوا ہے۔

اپنی اپنی بادشاہی کی فکر کرنی ہے جو خدا نے دیا ہوا ہے۔خدا نے فرشتے پیدا کیے ہیں،

وہ دائمی ہیں۔ وہ ہمیں بھی ایسے پیدا کر سکتا تھا کہ ایک مخلوق جو ہمیشہ رہتی۔ لیکن نہیں۔ ایک نسل چلی جاتی ہے، دوسری پیچھے آجاتی ہے۔ باپ نواب تھا تو پیچھے اس کی کرسی پر بیٹا بیٹھ جاتا ہے۔ وہ چلا جاتا ہے تو پیچھے پوتا آ کے بیٹھ جاتا ہے۔ دادا نے جو کیا وہ جانے۔ آپ نے جو کیا اب آپ کی باری ہے۔ اب آپ دیکھیں کہ آپ نے کیا کیا؟ ساری اسی طرح ہے۔ جو کچھ ہمیں ملا ہے، ہم سے اسی کی پوچھ گچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہوا ہے۔ ساتھ تو کوئی نہیں لے کے گیا خَلائِف کا مطلب ہے باری باری ایک دوسرے کے پیچھے آرہے ہیں۔

حضورﷺ نے فرمایا کہ یہ دنیا جو اس وقت موجود ہے، سو سال کے بعد ان میں سے کوئی نہیں ہوگا۔ سارے چلے جائیں گے۔ یہ دفتر، سامان، یونیورسٹیاں، سکول سب رہیں گے لیکن عملہ بدلا ہوا ہوگا۔ ڈیوٹی پر نیا عملہ ہوگا۔ ان سے ان کا حساب ہوگا۔ یہ ہے کہ اس کی فکر ہونی چاہئے۔ اللہ کا ذکر کریں اور پیار کریں۔ اس کو اپنا لیں۔ بڑا Easy ہے، آسان سا ہے۔ اس کے ثمرات جو ہیں اللہ کے فضل و رحمت سے وہ محسوس ہوتے ہیں۔

أَلاَ بِذِكْرِ اللّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ. (سورۃ الرعد ۱۳۔ آیت ۲۸)

جب ذکر کریں گے تو دلوں کو اطمینان ملے گا، اس سے جو دنیا کے غم ہیں ان سے تھوڑی بے نیازی ہو جائے گی۔ روزگار کا غم ہے یا کوئی اور غم ہے۔ بندہ اللہ کے عشق میں لگ جائے تو یہ سارے غم مٹ جاتے ہیں اور اس اللہ کی طلب لگ جاتی ہے۔ اس لئے کریں۔ اللہ کو یاد رکھیں۔ اللہ میاں بندے کا ہر دم ساتھ دیتا ہے۔ میاں محمد بخش جیسے کہتے ہیں:

؎ اس دا نام چتارن والا کسے میدان نہ ہردا

بندہ ہر وقت اس کے ساتھ ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ ہے۔ وہ اکیلا کبھی نہیں چھوڑتا۔ اس کی فضل و رحمت ہر وقت ساتھ رہے گی۔

صبر واستقامت کا معلم، روزہ

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰؒ)

حضور اکرم ﷺ نے ماہِ رمضان کو صبر کا مہینہ ارشاد فرمایا ہے۔صبر کا مفہوم یہ ہے کہ ایک حالت مطلوبہ پر مضبوطی کے ساتھ جم جائے۔خواہ اپنی خواہشات نفس اس کے خلاف تقاضا کریں، یا معاشرتی ماحول بھی یہ تقاضا کرے کہ اس حالت کو چھوڑ دیا جائے۔اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ فرض کریں ایک شخص ہمیں گالی دیتا ہے۔اب نفس کا تقاضا یہ ہے کہ اس گالی کا جواب گالی سے بلکہ تھپڑ سے دیا جائے۔ماحول اور رسم ورواج بھی اسی کا تقاضا کرتے ہیں کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے۔اس موقع پر اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے مطلوبہ حالت یہ ہے کہ گالی سن کر اسے ان سُنا کردیں اور گالی کا جواب دعا سے دیں۔اس مطلوبہ حالت پر جمے رہنا اور نفس کے تقاضوں اور ماحول کے دباؤ کے مقابلے میں جم جانا صبر واستقامت کہلاتا ہے۔روزہ اس کا بہترین معلم ہے۔

روزے کیلئے عربی زبان میں صوم ' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے،صوم کے لفظی معنی کسی کام سے رُک جانے کے ہیں۔اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ پو پھٹنے سے لے کر رات تک کھانے پینے اور جنسی لذت سے رکے رہنا۔گویا یہ علامت ہے پورے جسم کو بمعہ اس کی خواہشات کے اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینے کی۔چنانچہ صوم یا روزے کا حقیقی مفہوم یہ ہوا کہ انسان سر سے لے کر پاؤں تک اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے لیے روک لے اور قابو میں لے لے ،جسم کے تمام اعضا کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچالے، زبان ہے تو وہ جھوٹ ، غیبت،تہمت،بدگوئی، طعنہ، چغلی اور یاوہ گوئی سے رُک جائے۔ہاتھ ہیں تو ظلم کے ہر کام

سے رُک جائیں، پاؤں ہیں تو یار کے کوچے کی طرف روانہ ہوں، غیروں کے در کی خاک نہ چھانتے پھریں۔ دل و دماغ میں تو صرف محبوب حقیقی کی باتوں کو سوچیں۔ اس سے جذباتی و ذہنی تعلق رکھیں، غلط منصوبوں سے حسد، بغض، کبر، نفرت وغیرہ سے رک جائیں، اسی طرح سے جسم کے دیگر اعضا یعنی آنکھ، کان، اور اعضائے جنسی وغیرہ صرف محبوب حقیقی کی مرضیات پر چلیں اور اس کی نافرمانی کے ہر کام سے بلکہ ہر خیال سے رک جائیں۔ یہ روزہ ہے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک پرندہ بہت مزے میں اڑتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ یکا یک اس کی نگاہ شکاری پر پڑی، وہ فوراً اپنے آپ کو سنبھالتا ہے، سامنے جانے سے رک جاتا ہے اور فوراً محفوظ مقام کا رُخ کرتا ہے۔ آپ نے کئی مرتبہ دیکھا ہوگا کہ آپ ایک موٹر کار پر ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہے ہیں۔ یکا یک سامنے گڑھا آگیا۔ آپ نے فوراً بریکیں لگائیں، آگے جانے سے رک گئے۔ آپ کی جان بچ گئی۔ اگر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ انسان کے اندر بھی دو اہم فطری ملکات پائے جاتے ہیں۔ پہلا ملکہ نفسانی قوت کا ہے۔ یہ انسانی شخصیت کا ایندھن "Raw Material" ہے اسی کے زور پر انسان سب کام سرانجام دیتا ہے۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے ایک موٹر کار میں بریکوں کا استعمال جس کے بغیر موٹر کار کی سلامتی ممکن نہیں ہے۔

اگر آپ غور کریں تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ روزہ انہی بریکوں کے استعمال کی مشق کا دوسرا نام ہے۔ سارا دن نفسانی خواہش کھانے پینے، جنسی لذت حاصل کرنے، زبان، ہاتھ، آنکھ وغیرہ کے بیکار استعمال کرنے کا تقاضا کرتی ہے، لیکن روزہ کے دوران آپ نفسانی خواہش کے ان تقاضوں کو بار بار روکتے ہیں اور مسلسل بریکیں لگاتے آتے ہیں۔ بالفاظِ دیگر روزہ صبح سے شام تک صبر کی مشق کرواتا ہے۔ اب آیئے صبر کے ساتھ ساتھ استقامت سے

بھی روزے کے تعلق کو سمجھنے کی کوشش کریں۔صبر ایک مطلوبہ حالت پر رُک جانا اور استقامت اسی حالت پر مضبوطی سے جم جانے کا دوسرا نام ہے۔ایک روزہ دار صبح سے شام تک اس خیال میں رہتا ہے کہ وہ روزہ دار ہے اور مسلسل اسی خیال کے زیر اثر رہتا ہے کہ اس کا جسم، اس کی جان ،اس کا دل و دماغ ،اس کی ساری قوتیں مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حضور مطیع کر دی گئی ہیں۔ حرام عمل تو کیا حلال عمل بھی اللہ کی مرضی کے بغیر نہیں کیا جا سکتا مسلسل بھوک، پیاس اور پابندی کی کیفیت اس کے دل میں اللہ کی حضوری کا احساس پیدا کر دیتی ہے۔وہ ہر لمحہ اپنے آپ کو اس کے حضور پابند اور مطیع محسوس کرتا ہے۔اسے ہر لمحہ اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا کرنے کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔مگر یہ خوف ایسا خوف نہیں جو کسی دشمن سے یا بھوت پریت سے ہوتا ہے۔یہ وہ خوف ہے جو ایک عاشق کو اپنے محبوب سے ہوتا ہے۔یہ لحاظ و مروت کی اعلیٰ ترین صورت ہے۔ یہ اس بات کا کھٹکا ہے کہ کہیں میں اپنے آقا، اپنے محسن اور اپنے محبوب کی نگاہِ کرم سے گر نہ جاؤں، ہر لمحہ اس محبت بھرے خوف کو روزہ کے ذریعے دل میں بٹھایا جاتا ہے۔جب یہ محبت بھرا خوف آہستہ آہستہ صبح سے شام تک مشق کرتے ہوئے اور پھر تیس دن تک یہ مشق کرتے ہوئے انسان کے رگ و پے میں اتر جاتا ہے تو انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت و خوف سے سرشار ہو جاتا ہے۔وہ اس کی رضا کے لیے تڑپتا رہتا ہے اس کی نافرمانی کے خیال سے بھی اسے گھن آتی ہے۔چنانچہ وہ عملی طور پر مستقلاً ایک محبت بھرا بندہ ایک مطیع انسان اور وفادار عاشق بن جاتا ہے۔اسی کو ہم استقامت کہتے ہیں۔اسی بات کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: روزے کو اپنے اوپر لازم اختیار کرو کیونکہ اس جیسی اور کوئی عبادت نہیں۔

صبر و استقامت کی ایک عمدہ مثال یہ دی جا سکتی ہے کہ بارش اور ندی نالوں کے

بے قید پانی کو دریا کی صورت میں روک کر اس پر بند باندھ دیا جاتا ہے۔اس یہ پانی زراعت، اکل وشرب حتیٰ کہ بجلی بنانے کے کام آتا ہے۔ یہ پانی زندگی کا سراپا ہے۔اگر خدانخواستہ بند ٹوٹ جائے اور باقی نہ رہے تو یہی پانی کا سیلاب ہے بلکہ موت کا پیغام۔

صبر و استقامت انسان کی نفسانی قوتوں کے سیلاب کو روکنے اس پر مستقل بند باندھنے کا دوسرا نام ہے۔جب انسان کی اس قوت کو صبر و استقامت کے ذریعے قابو میں لایا جاتا ہے تو یہی روحانیت ،تصوف اور عرفان کا روپ دھار لیتی ہے۔یہی شاعری اور فن کی دنیا میں معراج کا باعث ہے،مولانا اصغر نے خوب کہا

جب آگ دی ہوس کو تو تعمیر عشق کی

جب خاک کر دیا اسے عرفان بنا دیا

روزے کا اصل کام یہی ہے کہ وہ انسانی قوت کے سیلاب پر صبر و استقامت کے بند باندھ دیتا ہے،نتیجے کے طور پر ایک روزہ دار مہینہ بھر کی مشق کے بعد ایک ضبطِ نفس رکھنے والا ،مشکلات سہنے والا اور متقی انسان بن جاتا ہے۔جسے لالچ ہوتا ہے تو صرف اپنے محبوب حقیقی سے ،خوف ہوتا ہے تو صرف اسی سے، پیار و محبت ہے تو بنیادی طور پر اسی سے۔صرف اللہ کی ذات ہی اس کی چاہتوں کا مرکز ومحور بن جاتی ہے۔نفس کا سرکش اور منہ زور جانور اپنے آپ کو سواری کے لیے پیش کر دیتا ہے۔روزہ کی اس خصوصیت کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے نوجوانو! تم میں سے جسے نکاح کی توفیق ہو اسے چاہیے کہ ضرور نکاح کرے کیونکہ نکاح شرف و حیا اور شرمگاہ کی حفاظت کے لے سب سے زیادہ مفید ہے اور جس نوجوان کو نکاح کی استطاعت نہ ہو، اسے لازم ہے کہ وہ روزے رکھے کیونکہ روزہ جنسی ہیجان کا تدارک کرتا ہے۔

علم ،نہایت قیمتی سرمایہ (از خطباتِ حرم)

(امام کعبہ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس ترجمہ :محمد عبدالہادی العمری)

”ہر قسم کی حمد صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے،ہم اسی کی تعریف کرتے ہیں،اُسی سے مدد طلب کرتے ہیں اُسی سے ہدایت چاہتے ہیں،اُسی سے مغفرت مانگتے ہیں،اُسی کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کی برائیوں اور اعمال کی خرابیوں سے اُسی کی پناہ طلب کرتے ہیں ۔جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا اور جسے گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور میں شہادت دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں،وہ اکیلا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں،اس نے علم کی شان بڑھائی اور اہل علم کا رتبہ بلند کیا اور میں شہادت دیتا ہوں اس بات کی کہ بے شک حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ۔اللہ تعالیٰ کی آپ پر رحمتیں اور سلامتی ہو اور آپ کی آل، اصحاب اور تابعین پر جو اپنے علم و عمل کے باعث متلاشیانِ حق کے لیے مینارۂ نور اور عمل کرنے والوں کے لیے بہترین نمونہ ثابت ہوئے ۔اور قیامت تک آنے والے ان تمام لوگوں پر جو ان کے نقش قدم پر چلیں۔“

برادرانِ اسلام! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو،اس کا تقویٰ ایسے علم تک پہنچنے کا ذریعہ ہے جو نجات کا زینہ ہے،فرمانِ الٰہی ہے:

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تو وہ تمھارے لیے فرقان عطا کرے گا“

یعنی ایسا علم جس سے تم حقائق کو پہچان سکو گے اور حق و باطل کے درمیان تمیز کر سکو گے۔

یہ بات ہر شخص کو اچھی طرح معلوم ہونی چاہیے کہ علم ایک اعزاز، نور اور فضیلت ہے جبکہ جہالت شر، مصیبت اور کوتاہی۔ اور نفع بخش علم ترقی کرنے اور بلندیوں تک پہنچنے کا زینہ ہے جبکہ جہالت بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ علم نافع ہی افراد اور قوموں کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ اسی سے ہماری کامیابی ممکن ہے۔ اس کے بغیر زوال، پستی، ذلت اور رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اسلام نے روزِ ازل ہی سے حصول علم کی ترغیب اور بشارت دی۔ بتا دیا گیا کہ علم کے راستے میں اُٹھنے والا ہر قدم جنت کی طرف لے جانے کا سبب ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

''جو علم کی تلاش کے راستے پر چلے گا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دے گا۔''

ہم رسول اکرم ﷺ کی سنت میں بھی دیکھ سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے معلم کی حیثیت سے اپنے اقوال اور اعمال کے ذریعے سے نہایت عظیم الشان نمونہ قائم فرمایا جس سے علم اور اہل علم کے مقامِ بلند کو سمجھا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلف صالحین اور بزرگانِ دین نے حصول علم اور طلب علم کی راہ میں ایسے ایسے کارنامے انجام دیے جن کی تاریخ میں نظیر نہیں مل سکتی۔ ان پاک باز ہستیوں نے صحراؤں کی پرواہ کی نہ چٹانوں اور کوہستانوں کو سدِ راہ سمجھا، سمندری راستوں کی ہولناکیوں کو خاطر میں لائے، نہ وحشت ناک بیابانوں سے خوفزدہ ہوئے۔ انھوں نے اپنے عزم و ہمت کے چراغ روشن رکھ کر دنیا کو مختلف علوم وفنون کا گراں قدر تحفہ دیا جس کی گواہی دنیا کی ہر لائبریری اور مکتب دیتا ہے۔ ان کی یہ کامیابی ان کے اخلاص اور علم سے بے لوث محبت کا نتیجہ تھی۔ علوم وفنون کی راہ میں یہ عظیم الشان کامیابی تن پروری اور کاہلی سے حاصل نہیں ہوتی۔ آج ہم اپنی حالتِ زار پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اس کا بنیادی سبب ہمیں اپنی جہالت کی شکل میں نظر آتا ہے۔ جہالت ہی نے ہمارا عقیدہ بگاڑا، ہماری عبادت برباد کی

، جہالت ہی کی وجہ سے ہم نے شریعت کی حکمرانی کے بجائے ہوا وہوس کو اپنا معبود بنایا، اپنی روزمرہ کی زندگی کو اسلامی تعلیمات سے دُور رکھا اور اپنے اخلاق وعادات کو بگاڑا۔اس تباہی سے نجات کا صحیح اور واحد راستہ علم سے محبت ہے،اس کے سوا دوسرا کوئی راستہ نہیں۔

حالات زمانہ کے لحاظ سے علم کے مختلف درجات ہیں ۔سب سے پہلا اور اہم ترین درجہ کتاب اللہ کا علم ہے،اس کی تلاوت،حفظ اور فہم ہے،پھر سنت رسول ﷺ کا علم ہے۔ اس کیلئے احادیث کی عملی شکلیں، دین میں بصیرت،عقائد،عبادت اور معاملات کے فقہی مسائل سے واقفیت ضروری ہے۔اس کیلئے اگر ہم عربی زبان سے واقفیت حاصل کریں تو یہ بڑی اچھی بات ہے تاکہ قرآن وسنت کے چشمہ صافی سے براہِ راست مستفید ہوسکیں۔ہم مختلف مروجہ زبانوں میں مہارت حاصل کرنے کیلئے بڑے مستعد رہتے ہیں لیکن اپنی دینی زبان کی تحصیل سے غفلت اور سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔علمِ دین کے بعد ہمیں مختلف شعبوں کی طرف توجہ دینی چاہیے، جیسے:علمِ طب،انجینئرنگ،معاشیات،اقتصادیات اور سرمایہ کاری وغیرہ تاکہ ہم ہر میدان میں انسانیت کی خدمت کرسکیں اور دوسروں کے محتاج نہ ہوں۔ اسی طرح کچھ لوگوں کو جدید فنون حرب،عسکری اور دفاعی شعبوں میں بھی دلچسپی لینی ہوگی تاکہ اپنے دین وملت، ملک ومعاشرت کی بخوبی حفاظت کرسکیں۔غرض فرزندانِ اُمت کیلئے ضروری ہے کہ وہ مختلف شعبوں میں آگے بڑھیں اور جس شعبے میں بھی جائیں ذہن میں ہر دم یہ احساس تازہ رہے کہ اس کے ذریعے سے ہم اپنے دین کی خدمت کریں گے اور اپنی مہارت کو دعوت دین کا ذریعہ بنائیں گے۔

والدین کو چاہیے کہ تعلیمی سال کے آغاز ہی میں بچوں کیلئے مناسب مضامین تجویز کریں تاکہ اس شعبے میں بچوں کو آگے چل کر آسانی ہو۔حصول علم کیلئے صحیح راستے کی نشاندہی

اور مخلص اہل علم اساتذہ کا انتخاب ضروری ہے۔اساتذۂ کرام کے لیے ضروری ہے کہ وہ طلبہ کے ساتھ خلوص وہمدردی کا برتاؤ کریں۔طلبہ کی صلاحیتیں اور ان کا وقت ایک امانت ہے،اس میں کوتاہی قیامت کے دن کی رسوائی کا سبب بنے گی۔اساتذہ کو چاہیے کہ تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ وہ طلبائے عزیز کی سیرت سازی پر بھی خصوصی توجہ دیں۔انھیں اپنے بلند اخلاق اور دردمندانہ سلوک سے کندن بنائیں۔

علمائے کرام کو اللہ تعالیٰ نے انبیائے کرامؑ کی جانشینی کا منصب عطا فرمایا ہے،وہ اس بلند رتبے کی قدر کریں،اپنا بلند مقام پہچانیں،علم کا نور عام کریں،اس کیلئے موزوں مقامات پر علمی مجالس اور تعلیمی حلقوں کا اہتمام کریں اور مساجد میں دینی تعلیم کا خصوصی اہتمام کریں تاکہ لوگ آسانی سے فائدہ اٹھا سکیں۔

نصاب تعلیم مرتب کرنے والے احباب اور تعلیمی کمیٹیوں کے سربراہوں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ نصاب تعلیم کی تیاری میں اپنی اصلی ذمہ داری کے تقاضے اور خوف خدا ملحوظ رکھیں۔نصاب کی ترتیب وتیاری میں قرآن وسنت کی تعلیمات عالیہ کا خاص خیال رکھیں ہر وہ چیز جو اسلامی تعلیمات کے منافی ہو اُسے نصاب سے خارج کریں تاکہ ہمارے مدارس، کالج اور یونیورسٹیاں رشد وہدایت اور خیر وبرکت کا سرچشمہ ثابت ہوسکیں۔

طلباء کے والدین اور سرپرستوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیمی ترقی میں ذاتی طور پر پوری دلچسپی لیں۔معلمین کے ساتھ براہِ راست رابطہ رکھیں تاکہ طلبہ کے حالات اور ان کی تعلیمی کارکردگی کا ہر وقت علم ہوتا رہے۔یہ چند سرسری گزارشات ہیں۔ان پر غور کرنے اور عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں علم نافع حاصل کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری کوتاہیوں اور لغزشوں سے درگزر فرمائے۔

"ہر قسم کی حمد و ستائش اللہ تعالیٰ کے لائق ہے جس نے قلم سے سکھایا، انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا اور میں شہادت دیتا ہوں کہ ہمارے نبی محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں جو سب سے بہترین اور سب سے سیدھے راستے کے عظیم داعی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں آپ ﷺ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے اصحاب پر۔"

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، علم کی قدر کرو اور دینی بصیرت حاصل کرنے کی پوری کوشش کرو۔

رسول اللہ کا ارشاد ہے:

"جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔"

درپیش مسائل میں رہنمائی کے لیے علمائے کرام سے رجوع کرو، اپنے اوقات علم حاصل کرنے میں صرف کرو اور جان لو کہ حصولِ علم کے لیے کسی عمر یا وقت کی کوئی قید نہیں نہ یہ سلسلہ کوئی ڈگری لینے کے بعد ختم ہوتا ہے بلکہ اس میں ترقی کرنے اور آگے بڑھنے کی ہر وقت ضرورت رہتی ہے۔ خصوصاً جس دور سے ہم گزر رہے ہیں، اس دور کا موثر ہتھیار علم ہی ہے۔ اس وقت جبکہ علم کی سہولتیں زیادہ اور آسان ہو چکی ہیں، ان سے بھرپور فائدہ اٹھانا چاہیے۔ داعیانِ دین اور مبلغینِ اسلام کی ذمہ داری ہے کہ پہلے وہ خود مسائل سے واقفیت حاصل کریں تاکہ ان کی بات میں اثر ہو اور وہ دعوت دین کے لیے بہترین راستہ اور حکمت سے بھرا اسلوب اختیار کر سکیں ورنہ معلومات کی کمی دعوت و تبلیغ کے میدان میں ناکامی سے بھی دو چار کر سکتی ہے۔

برادرانِ اسلام! ایک اہم گزارش ہے، اسے ہمیشہ پیش نظر رکھیے کہ علم کی عظمت اور اہمیت پر اسلام نے روز اوّل ہی سے زور دیا ہے اور حصولِ علم میں سب سے پہلی ترجیح کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا علم ہے، پھر ہر وہ علم جو تمدنی، ترقی اور دنیوی ضرورت

کے لیے مفید ہو۔ان سب کا حصول فرزندانِ توحید کے لیے لازمی ہے۔وہ جس شعبہ زندگی میں چاہیں خوب مہارت حاصل کریں،اس کی گنجائش ہے،البتہ اتنی بات ذہن میں رہے کہ اسلامی روح اور اصول متاثر نہ ہوں۔برادرانِ اسلام!علم اور اہل علم کی فضیلت اور اہمیت کے متعلق قرآن مجید کی متعدد آیات گواہی دے رہی ہیں،اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''کیا پھر وہ شخص جو جانتا ہے کہ یقیناً جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہی حق ہے،وہ اس شخص کے مانند (ہوسکتا) ہے جو اندھا ہے؟بس عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں۔''ایک اور مقام پر فرمایا:''اور کہیے:اے میرے ربّ!مجھے علم میں زیادہ کر۔''

دوسرے مقام پر فرمایا:

''کہہ دیجیے:کیا جولوگ علم رکھتے ہیں اور جو علم نہیں رکھتے،برابر ہو سکتے ہیں؟''

مہارت کے جھوٹے دعوے عام ہیں،بعض لوگ علم کے بغیر اس میدان کے شہسوار بننے کی کوشش کرتے ہیں،قلتِ علم کے باوجود نہایت حساس مسائل میں فتوے دینے سے بھی گریز نہیں کرتے،اس غلط طرزِعمل سے سخت غلط فہمیاں اور خلفشار پیدا ہوتا ہے آپ کو ان خودساختہ مفتیوں سے چوکنا رہنا چاہیے۔

علم حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کیجیے۔علم کے ساتھ عمل اور دعوت وتبلیغ کی ذمہ داریاں خوش اسلوبی سے ادا کیجیے۔افراط وتفریط سے بچیں۔ہمیشہ اعتدال ملحوظ رکھیے۔

درودو سلام پڑھیے اس معلم انسانیت ﷺ پر جس نے دنیا کو زیورِ علم سے زینت بخشی،جس نے جہالت کی تاریکی مٹائی اور علم کی روشنی پھیلائی۔اللہ تعالیٰ رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی پر لاحدود رحمتیں نازل فرمائے!آمین۔

تربیت اطفال

(ڈاکٹر حاجی حنیف طیب)

اولاد والدین کے لیے ایک انمول تحفہ قدرت ہے، بعض اوقات اولاد کی خواہش میں انسان زندگی بھر دعا کرتا رہتا ہے مگر اس کی یہ خواہش بہ مشیت الٰہی پوری نہیں ہوتی تو کبھی اس نعمت و رحمت کے حصول میں طویل صبر آزما انتظار کی صعوبتیں بھی اٹھانا پڑتی ہیں، رب العزت کے فضل و کرم سے جب نعمت و رحمت حاصل ہوتی ہے تو ہمارا معاشرہ مجموعی طور پر اولاد کی پیدائش پر مسرت کا اظہار کرتا، مبارک بادیں وصول کرتا اور خوشیاں مناتا ہے مگر ہمارا عمومی رویہ کچھ عرصے بعد اولاد کے لیے تبدیل ہو جاتا ہے یا پھر لاڈ پیار کی انتہا کو چھونے لگتا ہے، بے رغبتی اور غیر ضروری لاڈ دونوں رویے انتہائی خطرناک ہیں۔ افسوس! آج کا مسلم معاشرہ اسلامی تہذیب و تربیت کے بر خلاف مغربی تہذیب و اطوار کا دلدادہ ہوتا جا رہا ہے بعض والدین اولاد کی پیدائش کی خوشی میں اتنے بے خود ہو جاتے ہیں کہ حدود شرع کی پامالی کا کوئی احساس ہی نہیں رکھتے۔

یاد رکھیں! کم سنی میں بچوں کا ذہن سادہ تختی کی مانند ہوتا ہے اس کی تختی پر جو کچھ تحریر کیا جائے بچے اسی کو اپناتے ہیں، اولاد کو نہ حد سے زیادہ آزادی دی جائے اور نہ بات بات پر جھڑکنے اور ڈانٹنے کا معمول ہو بلکہ ان کی کوتاہیوں اور غلطیوں پر اظہار نفرت کے بجائے موثر حکمت عملی سے ان کی عمر کے لحاظ سے دوستانہ اور مشفقانہ رویہ اختیار کیا جائے۔

ان کے ساتھ نرمی، خوش اخلاقی ، پیار، محبت شفقت اور دوستانہ رویہ اختیار کرتے ہوئے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت ،اطاعت ،فرماں برداری اور وفاشعاری کے جذبات ابھارنا والدین کی اولین ذمہ داری ہے۔اسلام زندگی کے ہر شعبے میں ہمارا رہنما ہے جس طرح اولاد کے لیے اسلام نے والدین کی خدمت، ادب، احترام اور فرماں برداری کو لازمی قرار دیا ہے اسی طرح والدین کے لیے بھی اولاد کی تربیت تعلیمات نبوی میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ والدین اپنی اولاد کی رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق تربیت کرتے ہوئے مثالی معاشرہ قائم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

والدین اور خصوصاً والد کو اس امر کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا جائے۔سید عالم ﷺ کے ارشاد گرامی کا مفہوم: ''ایک دینار جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کیا جائے اور ایک دینار کسی مسکین کو دیا جائے اور ایک دینار اپنے اہل وعیال پر خرچ کیا جائے تو ان سب میں اجر وثواب کے لحاظ سے وہ دینار افضل ہے جو اہل وعیال کے نان ونفقہ پر خرچ کیا جائے''۔(صحیح مسلم)

جب رب العزت اپنے کرم ومہربانی سے اولاد کی دولت عطا کرے تو خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمان رسول ﷺ کے مطابق اس نومولود کے کان میں اذان و اقامت کے ساتھ ساتویں دن اس کے سر کے بال صاف کروا کے ان بالوں کے ہم وزن چاندی یا اس کی قیمت صدقہ کرنا چاہیے اور بچوں کے اچھے نام رکھنا،عقیقہ کرنا والدین کی دینی ذمہ داری ہے۔

حضرت عمرو سعید بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مفہوم:

''والد کا اپنی اولاد کو اس سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں کہ اسے اچھے آداب سکھائے۔''

(جامع ترمذی وحاکم)

مفہوم: ''مسلمانو! اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے ساتھ برتاؤ کرنے میں انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔'' (طبرانی)

نبی کریم ﷺ کے ارشادِ گرامی کا مفہوم ہے: ''اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کی تلقین کرو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور نماز سے غفلت پر ان کو سزا دو، جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور اس عمر کو پہنچنے کے بعد ان کے بستر الگ کر دو۔'' (مشکوٰۃ)

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا، مفہوم:

اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو یہاں تک کہ بوسہ لینے میں۔'' (ابن النجار)

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مفہوم:

''عطیہ میں اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو، جس طرح تم خود یہ چاہتے ہو کہ وہ سب تمہارے ساتھ احسان و مہربانی میں عدل کریں۔'' (طبرانی)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مفہوم:

''اپنی اولاد کا اکرام (عزت) کرو اور انہیں آداب سکھاؤ۔'' (سنن ابن ماجہ)

رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ گرامی کا مفہوم:

''جن مسلمانوں کے تین بچے سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے مر گئے، ان بچوں کو قیامت کے دن لا کر جنت کے دروازے پر کھڑا کر کے کہا جائے گا: بہشت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہیں گے: (ہم اس وقت بہشت میں داخل ہوں گے جب) ہمارے ماں باپ جنت میں داخل ہوں۔ اس پر ان سے یہ کہا جائے گا اچھا تم بھی بہشت میں داخل ہو اور تمہارے ماں باپ بھی۔'' (طبرانی)

بیٹیوں کی پرورش پر خصوصی انعامات واکرامات احادیث مبارکہ میں سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمائی ہیں۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کے یہاں بیٹی پیدا ہوتی ہے تو رب العزت اس کے یہاں فرشتے بھیجتا ہے جو آ کر کہتے ہیں: اے گھر والو! تم پر سلامتی ہو۔ پھر وہ فرشتے لڑکی کو اپنے پروں کے سائے میں لیتے ہیں اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہتے ہیں: یہ کمزور جان ہے جو ایک کمزور جان سے پیدا ہوئی ہے جو اس بچی کی نگرانی اور پرورش کرے گا، قیامت تک رب تعالیٰ کی مدد اس کے شامل حال رہے گی۔" (طبرانی)

ہمارے معاشرے میں آج بھی ایسے واقعات رونما ہوتے ہیں کہ جس عورت کی پے در پے بیٹیاں پیدا ہو جائیں تو اس عورت کو مارا پیٹا جاتا ہے اور طعنے بھی دیے جاتے ہیں۔ ان حضرات کو اس حدیث مبارکہ کو پڑھ کر اپنے رویے کو درست کرنے کی ضرورت ہے ورنہ آخرت میں رب العزت کے حضور کیا جواب دیں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، مفہوم:

"جو شخص بھی بیٹیوں کی پیدائش کے ذریعے آزمایا جائے اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کر کے آزمائش میں کامیاب ہو تو یہ بیٹیاں اس کے لیے قیامت کے روز جہنم کی آگ سے ڈھال بن جائیں گی۔" (مشکوٰۃ)

ام المومنین عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم انہیں بوسہ نہیں دیتے۔ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کروں۔ (صحیح بخاری، مسلم)

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ ایک مسکین عورت دو لڑکیوں کو لے کر میرے پاس آئی میں نے اسے تین کھجوریں دیں۔ اس عورت نے ایک ایک کھجور

لڑکیوں کو دے دی اور ایک کھجور کو منہ تک کھانے کے لیے لے گئی۔ یہاں تک کہ لڑکیوں نے اس عورت سے وہ کھجور مانگی اس نے کھجور دو ٹکڑے کر کے دونوں میں تقسیم کر دی۔ جب میں نے یہ واقعہ حضور ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت واجب کر دی اور جہنم سے آزاد کر دیا۔'' (صحیح مسلم و مسند امام احمد)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، مفہوم

''جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور دیگر اولاد بیٹوں کو اس پر ترجیح نہ دے اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (سنن ابو داؤد)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مفہوم

''باپ کے ذمے بھی اولاد کے حقوق ہیں جس طرح اولاد کے ذمے باپ کے حقوق ہیں۔'' (ابن النجار)

اولاد کے بالغ ہونے کے بعد والدین کا فرض ہے کہ وہ ان کی شادیوں کی فکر کریں۔ چنانچہ حدیث شریف میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا،

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم رؤف و رحیم ﷺ نے ارشاد فرمایا، مفہوم:

''جس کے ہاں اولاد ہو وہ اس کا عمدہ نام رکھے، اسے حسن ادب سکھائے، جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرے، اگر اولاد بالغ ہو گئی اور والد نے شادی نہ کی اس طرح اس سے کوئی حرام کاری سرزد ہو گئی تو اس کا گناہ اس کے باپ کو بھی ہو گا۔''

شادی بیاہ میں ضرورت اس بات کی ہے کہ فضول خرچی سے بچا جائے اور سنت رسول ﷺ کے مطابق شادی بیاہ کے معاملات کو انجام دیا جائے۔ چوں کہ عموماً لوگ فضول خرچی کی وجہ سے اپنے بچوں کی شادی کو موخر کرتے ہیں اور گناہوں کا وبال اپنے سر لیتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، مفہوم:

''بندہ جب مر جاتا ہے تو اس کے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب برابر ملتا رہتا ہے۔ صدقہ، وہ علم جس سے نفع اٹھایا جاتا رہے اور صالح اور نیک اولاد جو ان کے لیے دعا گو رہے۔''(ادب المفرد)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ والدین یقیناً ادب و احترام اور تعظیم و توقیر کے مستحق ہیں۔ لیکن اولاد کو اچھا مسلمان بنانا، ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا یہ والدین کے فرائض میں شامل ہے، صرف علم کی روشنی کے ساتھ ان میں وہ خوبیاں اور اوصاف پیدا کرنا کہ وہ اساتذہ کا، بڑوں کا، پڑوسیوں کا، رشتے داروں کا، ہر طبقے کے لوگوں کا احترام کرتے ہوئے اپنے عملی کردار سے والدین کا نام روشن کرسکیں۔

(بشکریہ: روزنامہ ایکسپریس)

تسلیم ورضا کی اہمیت (آخری قسط)

(احمد رضا خان)

بابا جان انصاری صاحبؒ نے لکھا ہے کہ دنیا میں جو بھی اس طرح کے معاملات پیش آئیں، آپ نے ان کو تسلیم کرنا ہے، ماننا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے ہیں۔ بابا جانؒ نے مثالیں دے کر واضح کیا ہے۔ ایک چٹھی امریکہ، لندن سے چلتی سمندر سے ہوتی ہوئی جہازوں کے ذریعے، پتہ نہیں کہاں کہاں سے ہوتی ہوئی مطلوبہ شخص تک پہنچتی ہے، وہ کسی اور کے پاس نہیں پہنچتی۔ کیونکہ اس پر صرف آپ ہی کا نام لکھا ہوا تھا۔ تو تکالیف اور مصائب بھی اللہ جس کو دیتا ہے اسی کو ملتی ہیں۔ مطلب کہ وہ خدا کی طرف سے ہی ہوتی ہیں۔ تو ان مصائب پر وہی روّیہ اپنانا ہے جو اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے:

''صبر اور نماز سے میری مدد حاصل کرو''۔

دوسری جگہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں:

''بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں''۔

اللہ نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ اللہ نمازیوں کے ساتھ ہیں یا اللہ روزے داروں کے ساتھ ہیں۔ نماز، روزہ اس سے آسان ہے، گو کہ اتنا آسان وہ بھی نہیں لیکن یہ تسلیم ورضا ان سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ کیونکہ انسان کے اندر اللہ نے ایسی چیز رکھی ہے کہ وہ اتنی جلدی اطاعت قبول نہیں کرتا۔ انسان کی بناوٹ میں یہ چیزیں ہیں۔ وہ اپنی ''میں'' کو نہیں چھوڑتا۔ وہ اپنی عقل کو عقل کل سمجھتا ہے۔ لیکن یہ شیطان کا دھوکہ ہے۔ کرنے والے کرتے ہیں۔

تو ہمیں ہر معاملہ میں صبر کرنا ہے۔اللہ نے بار بار فرمایا ہے کہ ہم تمہیں خوف سے، بھوک سے، اور مال میں گھاٹے سے تمہاری جانوں اور پھلوں کے گھاٹے سے آزمائیں گے۔مگر صابرین کیلئے بشارت ہے کہ جب انہیں کوئی مصیبت آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔یہ کلمہ ایک رویے کا اظہار ہے کہ ہمارا مصائب میں رویہ کیسا ہے۔ آپ سمجھتے ہیں کہ میں بھی اللہ کا ہوں اور ہم سب نے اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔اگر مصائب آئے ہیں تو کوئی بات نہیں۔کچھ عرصہ بعد ختم ہو جائیں گے۔ایک دن زندگی نے ختم تو ہو ہی جانا ہے۔جیسے کہ ایک بندے نے مضمون لکھا 45 منٹس۔مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ جہاز میں تین لوگ سوار ہوئے وہ ایک ہی صف میں بیٹھے تھے۔ان میں سے ایک درمیان والا بہت فربہ تھا اور اس کا جسم اپنی سیٹ سے باہر نکلا ہوا تھا اور دوسروں کیلئے تکلیف کا موجب بن رہا تھا اس کے کپڑوں سے بھی بدبو آ رہی تھی اور وہ خراٹے بھی لے رہا تھا۔لکھنے والا کہتا ہے کہ میری جان پر بن گئی کہ بھرپور خراٹوں کے ساتھ ساتھ اس کا وزن بھی مجھ پر تھا۔میں سخت اذیت میں مبتلا تھا۔اس کے دوسری طرف جو شخص بیٹھا تھا وہ بھی اسی صورت حال سے دوچار تھا لیکن وہ بڑے مزے سے اخبار یا رسالہ کا مطالعہ کر رہا تھا۔جب سفر ختم ہوا اور ہم باہر نکلے تو میں نے اس شخص کے دائیں طرف جو شخص بیٹھا تھا اسے روک لیا اور کہا آپ نے کیسے یہ سفر بڑے اطمینان سے پورا کر لیا۔اس نے جواب دیا کہ سفر کے آغاز ہی میں مجھے پتہ چل گیا تھا کہ یہ صورت حال ہے۔میں نے سوچ لیا کہ اب میں خوش ہوں یا جلوں بھنوں مجھے یہ 45 منٹس کاٹنے ہی کاٹنے ہیں۔اس لیے میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں خود کو مطالعہ میں مصروف رکھ کر اس صورت حال سے نبٹتا ہوں۔میں نے اس کی طرف دھیان ہی نہیں دیا۔اس لیے میرا سفر اچھا گزر گیا۔مضمون نگار نے کہا کہ یہ روّیہ مجھے نہیں آتا تھا کہ ہر تکلیف کا ایک وقت ہے۔

آج آپ کو تکلیف آتی ہے وہ مہینہ، چھ ماہ یا سال بعد ختم ہو جائے گی ۔انسان کی حالت یکساں نہیں رہتی کہ غم ہے تو ہمیشہ اسے غموں سے ہی واسطہ پڑے گا۔قطعاً نہیں ۔

جیسے کمہار برتن بنا کر اسے ٹھوک بجا کر دیکھتے تھے اور اگر اس سے ایسی آواز آئے جو اس کے کچا ہونے کا ثبوت ہو تو اسے دوبارہ مٹی میں پھینک دیتا ہے اور جو بالکل صحیح پکا ہو اسے مارکیٹ میں بھیجا جاتا ہے ۔اسی طرح اللہ بھی انسان کو مختلف حالات سے گزار کر اسے کندن بنا لیتے ہیں۔پھر اسے کامیابی کی سند ملتی ہے ۔تو آپ جب بحیثیت صوفی تسلیم و رضا پر عمل کرتے ہیں تو اس سے کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں ۔چونکہ صوفی ہمیشہ بات کی تہہ اور جڑ تک پہنچتا ہے ۔تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس مقصد کیلئے بنایا ہے صبر اس کے لوازمات میں سے ہے کہ انسان تسلیم کر لیتا ہے کہ میرا کوئی خالق اور مالک ہے ۔تبھی اس میں اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے،یقیناً ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ نہ ڈرو، نہ غم کرو اور خوش ہو جاؤ اس جنت کی بشارت سے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے‘‘۔

یہ شہادت گاہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آساں سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں کہ محبت والی شاہراہ سر کٹانے والی راہ ہے ۔بزرگوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ آپ تکالیف و مصائب میں خوش رہیں اور یہ سمجھیں کہ یہ ہمارے خالق و

مالک کی طرف سے آئیں ہیں۔انہیں چوم کر آنکھوں سے لگائیں ۔آپ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے حالات زندگی کا مشاہدہ فرمالیں: اللہ اکبر! کوئی گھر بار نہیں ۔جو حکومت کی طرف سے ملا وہ بچیوں کو دے دیا۔اکلوتا بیٹا جوانی میں فوت ہو گیا۔اور بابا جان انصاری صاحب کی اپنی ٹانگ بڑھاپے میں ٹوٹ گئی ۔اپنے گھر والوں کے پاس کم ہی جاتے تھے۔اللہ کے نام پر سارا کچھ چھوڑ دیا۔اور تحریری نصیحت بھی فرما دی کہ سلسلہ کی ساری جائیداد بھائیوں ہی کی ہے آپ مشاہدہ کریں اللہ نے کن کن مشکلات سے ان کو گزارا پھر انہیں نوازا۔

یہ اللہ کی بڑی مہربانی ہے کہ انصاری صاحبؒ کی تعلیمات ہمیں ملی ہیں ۔تو اگر کوئی اچھے طریقے سے اور مخلص ہو کر، اپنے مقاصد کو فوکس کر کے اللہ کو پانا چاہتا ہے تو میں کہتا ہوں اس سے آسان رستہ کوئی نہیں ۔اللہ کو پانے کے ہزاروں راستے ہیں لیکن ہمیں تو یہ بہت آسان لگتا ہے ۔اس کے ذریعے بندہ دنیاوی زندگی سے بھرپور لطف اندوز ہوتے ہوئے اپنے مقصودِ حیات کو پالیتا ہے۔سب سے بڑی کامیابی اطمینانِ قلب ہے۔آپ ہر حال میں مطمئن رہنا سیکھ لیتے ہیں ۔آپ برادران ان تعلیمات پر عمل کر کے جو کہ مختصر سا سلیبس ہے اللہ کے فضل وکرم سے کامیاب ہو سکتے ہیں ۔آپ کا خاتمہ بالخیر ہوگا۔آخرت میں آپ کا شمار اللہ کے مقربین میں ہوگا۔شرط یہ ہے کہ آپ تعلیمات پر پورا پورا عمل کریں۔

اسلام کے تمام احکامات پر ایمان لانا ضروری ہے

(مولانا عبدالقیوم)

قرآن حکیم ربّ ذوالجلال کی طرف سے بھیجی ہوئی ہدایت اور رحمت کی کتاب ہے۔
قرآن حکیم کا ہر حصہ ہر سورۃ اور ہر آیت کا سیکھنا، اس کے مقصد کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بارگاہ ربوبیت میں محبوب و مطلوب ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ کوئی یہ کہے کہ سورۃ فاتحہ کو مانتا ہوں مگر سورۃ بقرہ کو نہیں مانتا یا یہ کہے کہ سورۃ بقرہ کو مانتا ہوں لیکن سورۃ الانعام کی بعض آیات اور مضامین موجودہ حالات میں میرے مزاج کے موافق نہیں اسلام میں اسکی کوئی گنجائش نہیں کہ کوئی یہ کہے کہ زکوٰۃ کا نظام مانتا ہوں مگر حج کی فرضیت معقول نہیں یا یہ کہے کہ عبادات کو تو مانتا ہوں مگر اسلام کے سیاسی اور عدالتی نظام کو نہیں مانتا۔ اور اس کی بھی کوئی گنجائش نہیں کہ ایک شخص یہ کہے کہ اسلام کا جماعتی، تبلیغی اور اشاعتی نظام تو مانتا ہوں، خطابت و تدریس اور تعلیم و تبلیغ کو ضروری سمجھتا ہوں مگر اسلام کے سیاسی پروگرام، انقلابی مشن غلبہ و اقامت دین اور نفاذ شریعت اور ترویج اسلام کی مساعی اور جدوجہد اور اس سلسلہ میں جہاد اور ایثار و قربانی کی ضرورت نہیں۔

قرآن نے ایسے لوگوں کی اور اس وطیرہ کے پیروکاروں کی شدید مذمت کی ہے ارشاد فرمایا:

”تو کیا کتاب کے ایک حصہ کو مانتے ہو اور ایک حصہ سے انکار کرتے ہو؟ پس تم میں سے جو ایسا کرے اس کی سزا کیا بجز دنیوی زندگی میں رسوائی کے؟ اور قیامت کے دن یہ سخت ترین عذاب میں ڈالے جائیں گے۔“ (سورہ البقرہ:85)

اوراسکی بھی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں کہ کوئی یہ کہے کہ اب کے موجودہ حالات اور سیاسی فضاؤں کے تکدر کے پیش نظر قرآن کے بعض احکام صریح نصوص اور قطعی تعلیمات کو چھوڑکر عامۃ الناس کے مزاج اور مکدر سیاسی فضاؤں اور ہواؤں کے رُخ، بہتے ہوئے وہی نعرے وہی نظریئے اور وہی آوازیں لگائی جائیں جو عندالناس پسندیدہ اور محبوب ہوں خواہ عنداللہ مبغوض ہی کیوں نہ ہوں،قرآنی نصوص کے خلاف کیوں نہ ہوں ۔اسلام میں مداہنت ،مفادپرستی ،اغراض کی پوجا ، کفروظلم اور جبرو استبداد کے ساتھ صلح ، منافقت ، دجل وفریب کی کوئی گنجائش نہیں ۔ اسلام غیرت وحمیت تقویٰ اورشجاعت کادرس دیتا ہےاور باہمی اخوت ومروت کی فضا قائم رکھتا ہے

قرآن کی جامعیت:

قرآن حکیم اسلام کا پیغام،اسلام کا جامع نظام،اسلام کا دستورو آئین اورانسانیت کی کامیابی کی ضمانت ہے ۔قرآن حکیم میں عبادات بھی ہیں،معاملات بھی ہیں،قرآن حکیم میں انفرادی اور اجتماعی زندگی کے احکام ،جماعتی زندگی حکومتی زندگی ،عوامی زندگی اور قیادت و سیادت کی ذمہ دارانہ زندگی ، نظامت حکومت سے لے کر بین الاقوامی معاملات تک ۔ الغرض! ہمہ جہت اورہمہ پہلو جامع تعلیمات ہدایات اوراصول وضوابط بتادیئے گئے ہیں ہرحالت،ہرلمحہ،ہرگھڑی،ہرقدم،ہرمنصوبے،ہرنظر،جنگ کی حالت میدانِ کارزار کےحالات ،حصولِ اقتدار،انتقالِ اقتدار،وزارت وعدالت وغرض ایسا شعبہ اورایسا پہلو نہیں جوانسانی زندگی سے متعلق ہواور قرآن میں اس کے متعلق تعلیم وہدایت اورواضح ارشادات موجود نہ ہوں۔

ایک فکری کمزوری اور عملی کوتاہی:

مگر موجودہ دور میں ہماری کوتاہی اور غفلت یہ ہے کہ ہم لوگ اسلام کے کسی ایک عنوان،کسی ایک پیغام اور تعلیم کو لے کر اور مقصدِ زندگی سمجھ کر اپنی تمام صلاحیتیں اور توانائیاں اس

پرصرف کردیتے ہیں۔بعض حضرات فکرومراقبہ کومقصد زندگی بنالیا ہےبعض نے تجرّداور صحراءو بیابان کی آوارہ زندگی کواپناہدف اور اسلام کا خلاصہ سمجھ لیا ہے،بعض حضرات نے مطالعہ کتب کو بہت بڑی ریاضت ،عبادت اور مجاہدہ قرار دیکراس پر قناعت کر بیٹھے ہیں بعض حضرات محض تدریس کومقصدزندگی سمجھ کراس کیلئے خودکواور اپنی تمام تر صلاحیتوں کووقف کر بیٹھے ہیں۔

نظامِ اسلام کی وسعتیں:

ان میں سےبعض کام واقعتاً اہم اوراسلامی تعلیمات کی اشاعت وتبلیغ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں مگراللہ تعالیٰ کواپنے بندوں سے اپنے نائبین اور خلفاء سےصرف اتنا کچھ مقصودومطلوب نہیں،اسلام میں اگرنماز ہےزکوۃ ہے حج ہے،روزہ ہے،تو تبلیغ بھی ہے تعلیم اورتدریس بھی ہے،جہادبھی ہے،اصلاح انقلابِ اُمت کا کام بھی ہے،اجتماعی نظام بھی ہےنظام زکوٰۃ،نظام سیاست اور نظام حکومت بھی ہے۔

عبادات کا بھی اجتماعی نظام سے گہرا تعلق ہے:

کتاب الصلوٰۃ سے لے کرکتاب الفرائض تک انفرادی احکام کے ساتھ ساتھ اجتماعی احکام،جماعتی نظام اورتمدن ومعاشرت اور حکومت وسیاست کےاحکام ان میں موجود ہیں بلکہ صلوٰۃ بھی صلوٰۃ کے احکام اور مسائل بھی انفرادی زندگی سےمتعلق ہوتے ہوئے بھی اجتماعی نظام اوراسلام کے نظام عدل وسیاست کے متقاضی ہیں آخرآپ دیکھتے ہیں کہ نماز میں بھی جماعت کاحکم ہےامام کی اقتدا کاحکم ہے،صف بندی اورسکون ووقاراورقرار کاحکم ہے جماعت چھوڑنے والوں کیلئے وعیدیں ہیں تارک الصلوٰۃ فاسق اورمردود الشہادۃ ہے بلاعذر شرعی نماز چھوڑنے پراسلامی ریاست میں اسلامی تعلیمات کی رو سےسزائیں تجویز کی گئی ہیں آئمہ متبوعین میں سےحضرت امام احمد بن حنبلؒ،اسحٰق بن راھویہ امام ابن مبارک کامذہب تو

یہ ہے کہ بلا عذر شرعی جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والا کافر ہے جیسا کہ ابو داؤد اور نسائی میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ بندہ کو اور کفر و شرک کو ملانے والی چیز صرف نماز چھوڑنا ہے تاہم آئمہ احناف فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد اس شخص کے بارے میں ہے جو نماز کا (نعوذ باللہ) انکار کردے، بہرحال یہ تو صرف نماز کی بات ہے فی نفسہ نماز کا مکمل نظام بھی اس وقت تک پورا نہیں ہوسکتا اس وقت تک اس کے تمام احکام و مسائل پر مکمل طور پر عمل نہیں کیا جاسکتا جب تک اسلامی ریاست تشکیل نہ پائے اور مسلمانوں کا اجتماعی نظام قائم نہ ہو۔ گویا کہ فقہ و احکام کے پہلے باب کتاب الصلوٰۃ میں بھی مسلمانوں کو اجتماعی نظام کے قیام و بقا اور ترقی و استحکام کی ضرورت سمجھا دی گئی ہے صلوٰۃ (نماز) خالص عبادت ہے، رکوع و قیام اور ذکر سجدہ ہے، مگر اس کے باوجود بھی اسلام کے نظام حکومت اور نظام سیاست سے اس کا گہرا تعلق ہے۔

نظام زکوٰۃ:

پھر آپ زکوٰۃ کو دیکھیں۔ زکوٰۃ کے متعلق قرآنی آیات اور احکامات کا مطالعہ کریں زکوٰۃ کے مصارف اور مستحقین کی فہرست دیکھیں صدقات واجبہ تو صرف غریبوں اور محتاجوں اور کارکنوں کا حق ہیں جو ان پر مقرر ہیں نیز ان کا جن کی دلجوئی منظور ہے اور (صدقات کو صرف کیا جائے گردنوں (کے چھڑانے میں) اور قرضے اتارنے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی امداد میں۔ زکوٰۃ کی وصولی کا نظام، عمال کا تقرر، اختلافی صورت میں اعتدال کی راہ بیت المال کا قیام، ان سب چیزوں کو تب ملحوظ رکھا جاسکتا ہے جب مسلمان اسلام کا مکمل نظام حکومت اپنا کر اپنی زندگی کو رحمت و برکت اور یمن و یُسرت کے نظام کے سانچے میں ڈھال دیں۔

آپ قرآن کے اندر معیشت اور معاشرت کے احکام بھی دیکھتے ہیں حدود ہیں، چور کا ہاتھ کاٹنا، زانی کا سنگسار کرنا، ڈاکوؤں کو سزا دینا، سود کی حرمت، قانون شہادت،

قانون شفعہ کی تفصیلات اور جزئیات آپ کے پاس موجود ہیں۔ اخلاقی تعلیمات تقسیم دولت، انقلاب وترقی، سرمایہ اندوزی، مالی نظام، قومی قرضے اور قانون تقسیم فرائض، قومی مصارف دفاعی مصارف ، ذرائع آمدنی ، بیت المال کا قیام ، اُجرت املاک ، تشکیل حکومت ، مجلس مشاورت، غرض انفرادی اور اجتماعی زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں اور نہ کوئی ایسا موڑ ہے جس میں اسلامی تعلیمات اور قرآن کی واضح ہدایات موجود نہ ہوں۔

بندگی وعبدیت اور غلامی کے تقاضے:

آخر کیا یہ قرآن نہیں؟ قرآن کریم کی پانچ سو آیات ایسی ہیں جن کا تعلق احکام و مسائل سے ہے اجتماعی نظام اور سیاست وحکومت سے ہے تو غرض یہ کیا جارہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نیابت وبندگی اور عبدیت وغلامی کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان تمام قرآن کو قرآن کے تمام احکامات کو اور قرآن کی تمام ہدایات وتعلیمات کو اپنائیں گے تب اللہ کے نیک بندے قرار پائیں گے۔

اقامت دین اور غلبۂ اسلام کی تحریک:

ہمیں جو قرآن کی تلاوت اور اس میں غور وتدبر اور اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے یا ہمیں جو حضور اقدس ﷺ کی صورت میں ایک کامیاب اُسوہ حسنہ عطا فرمایا گیا ہے، ہمارے لیے جو ہزاروں احادیث کا مبارک ذخیرہ محمدی ﷺ میراث یعنی علوم نبوت کی صورت میں دے دیا گیا ہے یا اسلامی تعلیمات اور دینی مدارس کا مقدس سلسلہ قائم کر دیا گیا ہے۔ پھر ہم پر خدا نے جو فضل فرمایا اور اپنے علوم ومعارف اور قرآنی تعلیمات اور آسمانی ہدایات کا طالبعلم بنا دیا ہے اس سب کچھ کی غرض یہ ہے اور ہم سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ قرآن پڑھ لو سیکھ لو، حدیث نبوی ﷺ کے مضامین واحکام سیکھ لو، فقہ کا قانون ازبر کر لو اور پھر عملاً اس کی ترویج واشاعت اور تبلیغ میں اپنی زندگیاں کھپا دو اور اپنی صلاحیتیں اس راہ میں

لگا دو کہ عملاً اسلام کا نظام عدل وقسط نافذ ہو اور اقامت دین اور غلبہ اسلام کی تحریک کامیاب ہو کہ دنیا بھی بہشت کا نمونہ بن جائے اور مسلمان آزادی کے ساتھ اسلامی تعلیمات و احکامات پر عمل کرسکیں۔

اسلامی ریاست کی تشکیل اور نفاذ اسلام کی ضرورت:

نکاح وطلاق کے مسائل باہمی معاملات کے مسائل، تجارت اور خرید وفروخت کے مسائل جھگڑوں اور رنجشوں اور صلح وصفائی کے مسائل، قتل وخونریزی اور اختلافات اور اس سلسلہ میں قرآنی تعلیمات اور اسلامی احکام سب کی یہی غرض ہے کہ مسلمان ان پر عمل کریں وہ مسلمانوں کی زندگی میں آجائیں اور مسلمان ان خطوط پر چلنے لگیں جو اسلام نے ان کے لیے متعین کیے ہیں اور یہ تب ہوسکتا ہے جب مسلمانوں کی مستقل اپنی اسلامی ریاست تشکیل پائے اور اس میں مسلمان آزادی سے اسلام کا نظام حکومت نافذ کردیں۔

اعتماد علی اللہ:

محترم دوستو! یہ کہنا کہ عمل کا میدان نہیں یہ کہنا کہ میرے پاس سٹیج نہیں، وسائل نہیں ،افرادی قوت اور سیاسی جماعت نہیں، اس میں میرے لیے کام نہ کرنے کی وجہ جواز موجود ہے۔ ہرگز ایسا نہیں یہ کوئی وجہ جواز نہیں افغان مجاہدین کا جہاد آپ کے سامنے ہے ان کے پاس کون سے وسائل تھے کونسی افرادی قوت اور سیاسی جماعت تھی کونسا جدید اسلحہ تھا کونسی سیاسی پوزیشن حاصل کی تھی؟ کچھ نہیں تھا۔ مگر انہوں نے ہمت نہیں ہاری، مسلسل 9 سال تک لڑتے رہے قربانیاں دیتے رہے ہاتھ میں کوکا کولا کی بوتلیں لے کر روس کے بمبار طیاروں اور آگ برساتے ٹینکوں سے لڑ گئے تو آج میدان ان کے ہاتھ میں ہے انقلابی قوت ان کے پاس ہے دنیا کے 123 سے زیادہ ممالک ان کی حمایت کرتے اور ان کی شجاعت کی داد دیتے ہیں ان کے جذبہ حریت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔

مسلمانوں کا دینی رجحان اور جذبہ ایمان:

لوگوں کو علماء حق سے فضلاء سے، دین کا کام کرنے والوں سے محبت ہے ان کے اندر پیاس ہے وہ اسلامی تعلیمات اور انقلاب کے ایک ایک گھونٹ کے لیے ترس رہے ہیں ۔لوگوں میں دین کی طلب اور جذبہ وتڑپ موجود ہے مسلمان آج بھی ایمان و اسلام غیرت وحمیت، اخلاص ومحبت، دینداری اور وفاداری کے پتلے ہیں زمین زرخیز ہے نمی کی اور صحیح تخم ریزی کی ضرورت ہے ۔اگر آپ نے واقعتاً اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام کے غلبہ و قیام اور استحکام کا عزم کرلیا ہے تو ذاتی اغراض، اپنے مفادات، جاہ ومنصب کی طلب، دولت و عزت کی بھوک اور سیاسی گروہ بندی اور عصبیت کے متعفن اور بدبودار وطیروں کو ترک کر کے محمد عربی ﷺ کے جھنڈے تلے جمع ہونا ہوگا۔ اکابر علماء دین، صلحاء اُمت، وارثان علوم نبوت، مصلحین قوم، دردمندان ملت اور محرکین تحریک نفاذ شریعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر علماء حق کا ساتھ دے کر ظلم و جبر استبداد و کفر، منافقت و دیوبی، سوشلزم اور کمیونزم کے دجل وفریب خمینی ازم اور باطل قوتوں کے خلاف یلغار کرنی ہوگی ۔ میں نے اس سفر میں عجیب نقشہ دیکھا، لوگ آج بھی علماء حق اور کاروان ولی اللہ کے سپاہیوں کے ادنیٰ اشارہ پر اپنے سر کٹانے کو تیار ہیں مسلمان آج بھی علماء حق کے پرچم تلے اسلامی انقلاب لانے کے لیے تیار ہیں مسلمان آج بھی شہدائے بالاکوٹ کی تاریخ کی تکمیل اور اس کے تتمے کا ایک نیا باب رقم کرنے کے لیے تیار ہیں امام احمد بن حنبلؒ کی عزیمت ومجاہدہ کے مظاہرہ کے لیے تیار ہیں

کلاشنکوف کی گولی اور آگ برساتے ٹینکوں سے لڑ جانے کو تیار ہیں مسلمان آج بھی جبر واستبداد سے ٹکرانے اور سن ۷۷ کی تحریک نظام مصطفےٰ ﷺ کی یاد تازہ کرنے کے لیے تیار ہیں وہ زبان حال سے چیخ چیخ کر آپ کی غیرت وحمیت کو جھنجھوڑ رہے ہیں ۔

کلمہ طیبہ

(عبدالرشید ساہی)

کلمہ طیبہ کا ذکر افضل الذکر ہے جو کہ تمام انبیاء اکرام اور اولیاء عظام سے متواتر ہوتا ہوا آرہا ہے تمام ارکان ایمان کا تعلق ایک تو کلمہ طیبہ لا اِلٰہ اِلاَّ اللہ محمد رسول اللہ کے ٹھیک طرح سے زبانی اقرار سے ہے اور دوسرا ذکر و تسبیح کے ذریعے تصدیق قلب سے ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں

زباں نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں کچھ بھی نہیں

اگر تو کلمہ طیبہ ترتیب سے پڑھے تو تیری نظر میں وہ برکت آئے گی کہ اگر تو پتھر یا دیوار یا خاک پر توجہ کرے گا تو وہ سونا چاندی بن جائیں گے کلمہ طیبہ کے ذکر سے دل کی سوئی ہوئی دنیا جاگ اٹھتی ہے انسان کو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کا قرب نصیب ہوتا ہے پاکی دل و نگاہ کا صرف ایک ہی نسخہ ہے کہ انسان کلمہ طیبہ کا ذکر کرتے کرتے عامل کلمہ بن جائے۔ اللہ اور اس کے پیارے محبوب رسول ﷺ کا مکمل فرمانبردار اور مطیع ہو جائے جب صنم کدۂ دل میں کلمہ طیبہ کا ذکر ہوتا ہے تو صرف پتھر کے بت ہی نہیں ٹوٹتے بلکہ ساتھ ہی نفس شریر کے تمام بت ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں اور نصیب ساتھ دیں اور اللہ کا فضل شامل حال ہو جائے اور گنبد خضراء سے منظوری ہو جائے تو دیدارِ الٰہی کی منزل تک رسائی ہو جاتی ہے اللہ والے کلمہ طیبہ کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی توحید اور نبی مکرم ﷺ کی مکمل اطاعت ہی کلمہ طیبہ کا مفہوم ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں۔

یہ دور اپنے براہیمؑ کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

انسانی دل خواہشات کا صنم کدہ ہے ان بتوں سے نجات حاصل کرنے کا نسخہ کلمہ طیبہ ہے جب لاالہ کی چابی سے دل کا قفل کھلتا ہے تو ذات وصفات کے تمام مقامات منکشف ہو جاتے ہیں خودی کی پاسداری اور پائیداری کلمہ طیبہ کے ذکر میں پوشیدہ ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

اٹھا ساقیا پردہ اس راز سے
لڑا دے ممولے کو شہباز سے

اللہ تعالیٰ نے فخر عالم نبی مکرم ﷺ کو اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے پیدا فرمایا قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے''اور رسول اللہ ﷺ ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھتے ہیں انہیں پاک کرتے ہیں اور انہیں کتاب وحکمت کا علم سکھاتے ہیں اور بے شک وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں مبتلا تھے''۔

میاں محمد بخش فرماتے ہیں:

دلبر دے گھر بے پرواہی کرے غریب نوازی
جس پر پاوے نظر محمد ﷺ جت جاوے او بازی

اسلام حق ہے اور کفر باطل ہے نفس کافر ہے یہ صرف کلمہ طیبہ کے ذکر سے مسلمان ہوتا ہے جس وقت نہ ملائکہ تھے نہ یہ عالم تھا اور نہ یہ نیلا آسمان تھا اور روقت میں دو راماں صرف لاالہ تھا جو انسان کلمہ طیبہ کے ذکر کو مستقل کرتا ہے اس کا دل گھر کی مثال ہے ایک نوری گھر

جو کہ ہمیشہ نور الٰہی سے منوّر رہتا ہے اور نگاہ الٰہی میں منظور رہتا ہے دل کے اس گھر میں نورِ معرفت کے سات خزانے ہیں ایک خزانہ ایمان ہے۔ دوسرا خزانہ علم ہے تیسرا خزانہ تصدیق ہے چوتھا خزانہ توفیق ہے پانچواں خزانہ محبت ہے چھٹا خزانہ فقر ہے اور ساتواں خزانہ معرفت توحید الٰہی ہے حضور نبی رحمت ﷺ کا فرمان ہے "ہر چیز کی صفائی کے لیے کوئی نہ کوئی چیز ہے اور دل کی صفائی کے لیے ذکر اللہ ہے یعنی کلمہ طیبہ۔

علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں

اگر چہ بت ہیں جماعت کی آستیوں میں
مجھے ہے حکم اذان لا الہ الا اللہ

اللہ کے صالحین بندے فرماتے ہیں وہ صالحین بندے جن کو سلام کرنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنی نماز میں فرمادیا ہے بڑے دکھ کی بات ہے بعض بھائی ابھی تک اس فلسفہ کو نہیں سمجھ پائے دراصل یہ وہ ہستیاں ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں پیغام رسانی کے لیے منتخب فرما دیا ہے یہ وہی پیغام من وعن انسانیت تک پہنچا رہے ہیں جو رحمت عالم نے دیا تھا اس لیے ہمارے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے بانی جناب خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے اپنی عالمی شہرت یافتہ تصنیف (تعمیر ملت) میں ارشاد فرمایا ہے خدا کی قسم میں آپ کو وہی تعلیم دے رہا ہوں جو نبی رحمت ﷺ اصحاب کرام کو دیا کرتے تھے۔

"جن بابوں کو یہ بھائی نہیں مانتے یہ بابے بھی مدینہ منورہ سے تصدیق یافتہ ہوتے ہیں ان کے پاس بھی سند جو ہوتی ہے اس پر مکین گنبد خضراء کی مہر لگی ہوتی ہے (معذرت کے ساتھ) صوفیاء کرام نے مخلوق خدا کو **لا** کے مقام سے **الہ** کی منزل تعمیر کی جانب رستہ دکھایا اور نفی اور جمود سے اثبات اور حرکت کی جانب گامزن کیا **لا** کی صورت دو دھاری تلوار کی مانند ہے جو

نفس کو قتل کر دیتی ہے جب نفس کی مکمل نفی ہو جاتی ہے تو یہ **الـلـه** تک پہنچ جاتا ہے جہاں اس پر **الا اللہ** کی معرفت کھل جاتی ہے اور **الا اللہ** اس پر ثابت ہو جاتا ہے جب ذاکر اثبات میں آجاتا ہے تو محمد ﷺ رسول اللہ ﷺ کا اقرار اس کو جمیعت ایمان بخش دیتا ہے اور روح ایمان سے متفق ہو کر اسے اپنا رفیق بنا لیتی ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

خرد سے راہ روشن بصر ہے
خرد کیا چراغ راہ گزر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا
چراغ راہ گزر کو کیا خبر ہے

اندر کی خبر تو درونِ خانہ جلنے والا چراغ ہی دے سکتا ہے اور اس چراغ کو کلمہ طیبہ کا ذکر روشن کرتا ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں:

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمنِ دل کو
کہ خورشید قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں
محبت کے لیے دل ڈھونڈ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

شفا کی خوشبو

(حکیم طارق محمود الحسن خضری)

معدہ اور خرابیٔ ہضم سے بچنے کی تدابیر:

سخت محنت یا ورزش کے بعد فوراً کھانا خرابیٔ ہضم کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ بدن کی بڑھی ہوئی حرارت اور تھکان کی حالت میں آلات ہضم، دماغ اور اعصاب پر بہت زیادہ بار پڑ جاتا ہے۔ اور نظام ہضم میں خلل واقع ہو جاتا ہے۔ اسی طرح شدید اضطراب، ہیجان اور عجلت کی حالت میں کھانا بھی فتور ہضم کا موجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس وقت طبیعت کی توجہ دوسری طرف ہوتی ہے اور عصبی نظام ہضم میں توازن قائم نہیں رکھ سکتے۔ کھانا کھانے کے بعد فوراً کسی ورزش یا محنت کے کام میں مصروف ہو جانے کا نتیجہ بھی یہی ہوتا ہے۔ کیونکہ بدن کی قوتیں اور طبیعت کی توجہ دو جانب تقسیم ہو جاتی ہے۔ اور ہضم غذا کے اعمال پورے طور پر انجام نہیں دے سکتے۔ یہ ایک طبی اصول ہے کہ کھانا ایسے وقت کھایا جائے جب ذہنی اور جسمانی دونوں حیثیتوں سے بدن میں سکون ہو۔

جالینوس نے کہا ہے کہ "خوشی غذا کو ہضم کرنے اور جزو بدن بنانے میں مدد دیتی ہے اور رنج و غم کھانے کو جزو بدن نہیں بننے دیتا۔

یورپ میں ڈاکٹر کینن ایکسرے کے ماہر ہیں انہوں نے کہا ہے کہ ایکسرے کے ذریعے معدے اور جگر، انتڑیوں کی مختلف حالتوں کا معائنہ کیا ہے۔ ان کا مشاہدہ ہے کہ

رنج اور غصہ کی حالت میں ہاضمے کے جملہ اعضاء پر کچھ ایسا اعصابی اثر پڑتا ہے کہ وہ بے حس ہو جاتے ہیں۔ یہ ایک مسلمہ طبی اصول ہے کہ رنج وغم کی حالت میں کھایا ہوا کھانا زہر کا اثر رکھتا ہے۔اس لیے کھانا کھاتے وقت خوش وخرم رہنا چاہیے۔ پوری، کچوری اور پراٹھوں کی نسبت سادہ روٹی زود ہضم ہوتی ہے۔ سادہ طریقے سے گھی ڈال کر پکائی ہوئی سبزیاں ترکاریاں اور گوشت، تیز مصالحہ دار روغن، جوش اور روغن دار غذاؤں سے ہزار درجہ بہتر، زود ہضم اور صحت بخش ہیں۔ مگر ہمارے ہاں عام طور پر سبزیوں وغیرہ کو پکاتے وقت مصالحوں اور گھی میں بھون کر ثقیل اور دیر ہضم بنا دیا جاتا ہے۔ میدے کی بنی ہوئی چیزیں، ثقیل مٹھائیاں، گھی میں تلے ہوئے پکوان، زردے پلاؤ، روغن جوش اور تمام روغن دار غذائیں کھانے سے فتورِ ہضم کی شکایت پیدا ہوتی ہے۔ کیک، پیسٹری اور چاکلیٹ وغیرہ بھی نقصان دہ ہیں۔ کھانا کھانے کے بعد کم از کم نصف گھنٹے تک کوئی دماغی کام نہ کرنا چاہیے۔ بعض لوگ کھانے کے دوران یا کھانا کھاتے ہی مطالعہ شروع کر دیتے ہیں۔اس سے دماغ اور ہاضمے پر برا اثر پڑتا ہے۔

کھانے کے درمیان زیادہ پانی یا دوسری سیال چیزیں پینے سے ہضم میں فتور واقع ہوتا ہے اور معدہ میں زیادہ رطوبت کی موجودگی میں غذا بخوبی ہضم نہیں ہو سکتی۔ کھانے کے دوران پیاس لگانے والی چیزوں سے حتی الامکان پرہیز کرنا چاہیے۔ کھانے میں زیادہ نمک، مصالحہ، اچار، چٹنی اور مربہ جیسی چیزیں ہضم میں مدد دینے کی بجائے پیاس کو بڑھا کر ہاضمے میں فتور پیدا کرتی ہیں۔

طبی اصول یہ ہے کہ ہم جو چیز بھی کھائیں اس کا درجہ حرارت ہمارے جسم کے

مطابق ہو۔ نہ زیادہ سرد نہ زیادہ گرم بلکہ معتدل درجہ حرارت پر ہو۔ برف، آئس کریم قلفی، ملائی کی برف، برف میں لگی ہوئی بوتل یا برف میں لگا ہوا کوئی بھی پھل جس کے پینے یا کھانے سے دانت یخ ہو جائیں دانتوں اور مسوڑھوں کے لیے نقصان دہ ہے۔ اس کے علاوہ برف آمیز پانی اور زیادہ ٹھنڈی چیزیں ضعف معدہ کا باعث ہوتی ہیں۔

خرابی معدہ کے نفسیاتی اسباب

خرابی معدہ مثلاً قبض، اسہال، پیچش وغیرہ کے عام طبی اسباب محتاج تشریح نہیں۔ یہ بیماریاں کھانے پینے میں بے اعتدالی، بد پرہیزی اور ناقص غذا وغیرہ سے پیدا ہوتی ہیں یا بے خوابی، نشہ آور چیزوں کے استعمال، سستی اور کاہلی سے جڑ پکڑتی ہیں۔ مناسب طبی اور غذائی علاج، باقاعدہ جسمانی عادات اور پرہیز اختیار کرنے سے انہیں دور کیا جا سکتا ہے۔

مگر یہ ضروری ہے کہ معدے کی خرابی محض ان ظاہری اسباب سے متعلق ہو۔ اکثر حالتوں میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص نے کھانے پینے کے معاملے میں کوئی بد پرہیزی نہیں کی لیکن اس کے باوجود خرابی معدہ کا شکار ہو گیا۔ قیاس ہے کہ اس قسم کے مریضوں کی تعداد بد پرہیزی کے مریضوں سے زیادہ نہیں تو ان سے کم بھی نہیں ہو گی۔

اگر خرابی معدہ کے کسی مادّی سبب کی تشخیص نہ ہو سکے۔ تو معالج کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی پشت پر کوئی نہ کوئی نفسیاتی سبب ضرور کارفرما ہو گا۔ اس صورت میں علاج اور پرہیز سے زیادہ مریض کی نفسیاتی کیفیت اور ذہنی جذبات کو اعتدال پر لانے کی کوشش کرنی پڑے گی۔ ورنہ عام معالجاتی تدابیر کا کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں ہو سکے گا۔

ذیل میں مختصر طور پر ان نفسیاتی حالتوں پر روشنی ڈالی جائے گی جو امراض معدہ کا

باعث ہوسکتی ہیں۔اشرف جو اچھا صحت مند آدمی ہے، کو خوب بھوک لگی ہوئی تھی۔ وہ دفتر سے گھر آیا۔ بہت اچھا پسندیدہ کھانا تیار تھا۔اس کے دو عزیز مہمان بھی آئے ہوئے تھے۔ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانے سے اسے اور بھی مسرت ہوئی۔اچھی صحت، اچھی بھوک، اچھا کھانا، اچھے دوست اور اچھے ساتھی، اچھی بات چیت ان ساری باتوں کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ اس کے فعل ہضم پر نہایت خوش گوار اثر پڑتا۔مگر اشرف کھانا کھا کر فارغ ہی ہوا تھا کہ اسے ایک المناک خبر ملی۔ بری خبر سنتے ہی اس کی ساری بشاشت رخصت ہوگئی۔دل ڈوبنے لگا۔ چلنے پھرنے کی طاقت گویا سلب ہوگئی۔اس کے چہرے سے رنج وافسردگی کے علاوہ ناتوانی کے آثار بھی صاف نظر آنے لگے۔رات کا کھانا اس سے نہیں کھایا گیا۔اسے بھوک ہی نہیں لگی۔صبح اسے مقررہ وقت پر اجابت نہیں ہوئی۔ دوپہر کو اجابت تو ہوئی مگر معمول کے مطابق آسانی اور سہولت کے ساتھ نہیں ہوئی۔بلکہ کسی قدر تکلیف کے ساتھ۔اگلے دن اسے پیچش کی شکایت تھی۔ مذکورہ مثال سے قطع نظر دنیا میں دو طرح کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ایک وہ جو بڑے مضبوط دل گردے کے مالک ہیں۔ چھوٹے موٹے حادثے ، غلطیاں اور گستاخیاں انہیں رنجیدہ نہیں کرسکتیں۔وہ بے فکری اور خوشی کی زندگی پر یقین رکھتے ہیں۔

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جنہیں ہم نفسیات کی اصطلاح میں عصبی المزاج کہہ سکتے ہیں۔ان کے مزاج وطبیعت کے خلاف معمولی سا واقعہ بھی انہیں پریشان کردیتا ہے۔سب سے زیادہ اور سب سے برا اثر ان کے معدہ پر پڑے گا۔اگر معدہ بیمار ہوگا تو گویا سارا جسم ہی بیمار ہوگیا۔نیویارک کا ایک ڈاکٹر جو معدہ کا اسپیشلسٹ تھا،

نے اپنے ایک مضمون میں ایک مریضہ کا ذکر کیا ہے جسے ہر وقت معدہ کی کوئی نہ کوئی شکایت رہتی تھی۔ اسے بھوک نہیں لگتی تھی، جب کھانا کھا لیتی تو اسے دیر تک کھٹی ڈکاریں آتی رہتی تھیں۔ آخر مجبور ہو کر اس نے ایک وقت کا کھانا بھی ترک کر دیا۔ مگر اس کے باوجود اس کا جی متلاتا رہتا۔ وہ قے کرتی تھی اور انہی وجوہات کی بنا پر کافی کمزور ہو گئی تھی ڈاکٹر صاحب نے ایکسرے اور معدہ کے دوسرے طریقوں سے معائنے کئے مگر معدہ میں کوئی نقص معلوم نہ ہو سکا۔ ڈاکٹر نفسیات سے بھی لگاؤ رکھتا تھا۔ اس نے مریضہ سے اس کی خانگی زندگی کے بارے میں کئی سوال کئے۔ چند ہی منٹ کی گفتگو کے بعد بیماری کا حقیقی سبب منکشف ہو گیا۔ مریضہ کا خاوند ایک جلاد تھا۔ سزائے موت کے مجرموں کو تختہ دار پر چڑھانا اس کا پیشہ تھا۔ مریضہ ایک وفادار بیوی تھی مگر اس کے باوجود اسے اپنے خاوند کا یہ پیشہ پسند نہ تھا۔ جب بھی کسی مجرم کو سزائے موت دی جاتی تو کئی کئی دن اس کی طبیعت متاثر رہتی تھی۔ یہ خیال اندر ہی اندر اسے بے چین رکھتا تھا کہ کہیں وہ شخص جسے اس کے خاوند کے ہاتھوں پھانسی کے تختہ پر لٹکایا گیا ہے بے گناہ نہ ہو۔ آہستہ آہستہ اس کی یہ ذہنی کیفیت مضبوط تر ہو گئی۔ اور وہ اپنے خاوند کو کئی بے گناہ آدمیوں کا قاتل سمجھنے لگی۔ یہ نفسیاتی ردِ عمل اس کے معدہ کی خرابی کی شکل میں ظاہر ہوا۔

ڈاکٹر لکھتا ہے کہ اسے دنیا کی کوئی دوا فائدہ نہیں پہنچا سکتی تھی۔ کیونکہ وہ ایک خیال کا شکار تھی۔ یہ خیال اس کی صحت کو سرعت کے ساتھ برباد کر رہا تھا۔ ڈاکٹر کی سفارش پر اس کے خاوند کو جلادی کی خدمات سے سبکدوش کر دیا گیا تو اس کے معدہ کی تکلیف بہت جلد ہمیشہ کے لیے غائب ہو گئی۔

اب ہم اس سوال پر غور کریں گے کہ معدہ انسان کے نفسیاتی عوامل سے کیوں کر متاثر ہوتا ہے؟ علم افعال الاعضاء کے ماہرین کہتے ہیں جب غذا معدے میں داخل ہوتی ہے تو خون کی کافی مقدار معدے کو فعل ہضم میں مدد دینے کے لیے پہنچ جاتی ہے۔ خون ہی کی مدد سے معدے میں ایک قسم کی رطوبت پیدا ہوتی ہے۔ یہ رطوبت غذا کو اس شکل میں تبدیل کرتی ہے۔ یعنی اس کے مفید اجزاء کو خون میں تبدیل کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ جب کوئی شخص رنجیدہ، افسردہ، غمگین یا مضطرب ہوگا تو خون کا رجحان معدے کی طرف نہیں رہے گا۔ بلکہ اس کے دماغ کی طرف ہو جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ معدہ اپنا عمل ٹھیک طور سے انجام نہیں دے سکے گا۔

ہماری زندگی میں پریشانیوں کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ کبھی کاروبار میں نقصان کا اندیشہ ستاتا ہے تو کبھی بیوی بچوں کی بیماری ہمارے ذہن کو سکون کی حالت سے نکال کر خطرے میں ڈال دیتی ہے۔ کبھی بے روزگاری کا خوف زندگی کو اجیرن بنا دیتا ہے تو کبھی خانگی زندگی کی تلخیاں دل کی آسودگی کو درہم برہم کر دیتی ہیں۔ غرض یہ کہ کوئی نہ کوئی غم، کوئی نہ کوئی مایوسی ہمارے ذہنی اور دماغی اطمینان پر ضرب لگا سکتی ہے۔ اس قسم کے حالات میں ہمارا معدہ ذکی الحس ہو جاتا ہے تو یہ کوئی تعجب انگیز بات نہیں۔ بلکہ اسے یاس و اضطراب کا قدرتی ردعمل سمجھنا چاہیے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اس قسم کی مشکل نفسیاتی حالتوں پر قابو نہیں پا سکتے۔ علمائے نفسیات نے بعض ایسی تدابیر تجویز کی ہیں جن پر عمل کر کے معدے کو مختلف نفسیاتی خرابیوں کے ردعمل سے بہت حد تک محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

- -

اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرنے والے کی ”صفات“

(ھارون یحییٰ)

سیدھی راہ (صراط مستقیم) پر چلنے کی صفت صرف اللہ تعالیٰ کے خوف اور اسکے احکامات پر پوری طرح عملدرآمد ہی کے ذریعے حاصل کی جاسکتی ہے۔ایک ایسے شخص کے دل میں جو انتہائی ایماندار کردار کا مالک اور اس پر قائم رہتا ہو،اللہ تعالیٰ سے گہری محبت اور اللہ پاک کے اندرونی خوف کا ہر لحہ موجود رہنا لازم ہے۔اللہ تعالیٰ سے اسی طرح ڈرنا جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے،صرف اسی صورت ہے کہ ہم ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عظمت،شان وشوکت اور جاہ وجلال ،نیز اس کے اعلیٰ مقام،وسیع علم و طاقت ،اور تمام بندوں پر اس کی غیر مشروط و لامحدود حاکمیت کو ذہن میں رکھیں اور ان کے بارے میں غور وفکر کریں۔اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدوں ،تنبیہات ،روزِ حساب اور اس کی سختیوں اور جہنم کے خوفناک اور ابدی عذاب پر مکمل یقین رکھیں۔یہ یقین اللہ تعالیٰ کے گہرے خوف کا راستہ ہموار کرے گا۔ اسی یقین سے یہ بات بھی یقینی ہو پائے گی کہ انسان کا طرزِ عمل،کردار،حرکات اور گفتگو.... اللہ تعالیٰ کے منظور کردہ اخلاقی معیار کے مطابق اور اس سے ہم آہنگ ہے۔اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا شخص،اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی حفاظت کیلئے ہمہ وقت بیداری کی حالت میں رہے گا۔اس کے برعکس وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی پرواہ کیے بغیر کسی بھی طرح کے طرزِ عمل کا مظاہرہ کر سکتے ہیں،خواہ وہ دین کے احکامات کے خلاف ہی ہو۔ایسا شخص جو یہ بھول چکا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہونا پڑے گا،اس کیلئے

اس بات کی کوئی ضرورت یا وجہ نہیں کہ وہ ایماندار رہو، دوسروں کے کام آئے ،انصاف پسند اور با عزت شہری بنے ۔یا مختصراً یہ کہ وہ اچھے اخلاق اور کردار کا مظاہرہ کرے۔ایسا انسان صرف ذاتی خواہشات اور ذاتی مفادات کیلئے سرگرم رہتا ہے ۔دوسروں کو فائدہ پہنچانا اس کیلئے غیر ضروری ہوتا ہے۔

ایسے لوگ اپنے ذاتی مفاد کیلئے ہر کام کرنے کو تیار ہوتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ کی طاقت کو سمجھنے کی عدم صلاحیت کی وجہ سے ،اللہ تعالیٰ کے عذاب کا خوف ان کیلئے اعمال درست کرنے میں مددگار ثابت نہیں ہوتا ۔چونکہ انہیں اللہ تعالیٰ اور اسکے عذاب کا کوئی ڈر نہیں ہوتا ،اس لیے وہ کسی پابندی یا حدود کو خاطر میں نہیں لاتے ،وہ اللہ تعالیٰ کے منع کردہ اوامر کو نظر انداز کر دیتے ہیں، لوگوں سے ظالمانہ سلوک روّا رکھتے ہیں اور ہر برے کام میں آگے بڑھتے جاتے ہیں ۔چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اور اس کے بدلہ لینے کی قوت پر غور نہیں کرتے اس لیے دوبارہ سوچے بغیر اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں ۔

انہی وجوہات کی بناء پر ایسے لوگ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ، کھلے عام ہر ممکن گناہ اور اخلاقی برائیوں کا مظاہرہ کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دین کو نہیں سمجھتے اور اپنے غلط طرزِ عمل سے دوسرے لوگوں کو دین سے بدظن کرتے ہیں، وہ دین کے مقرر کردہ اخلاقی معیار پر عمل درآمد کی اہمیت سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے ۔بلا شبہ ان لوگوں کے باغیانہ طرزِ عمل کا ردِعمل آخرت میں پوری شدت سے سامنے آئے گا۔اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ہمیں ایسے لوگوں اور ان کے انجام سے آگاہ فرماتا ہے:

"بے شک جنہوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا، بے شک وہ دور کی گمراہی میں پڑے۔ بے شک جنہوں نے کفر کیا اور حد سے بڑھے اللہ ہرگز انہیں نہ بخشے گا اور نہ انہیں کوئی

راہ دکھائے مگر جہنم کا راستہ کہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ اللہ کو بالکل آسان ہے۔''

(سورۃ النساء: آیات 169-167)

شیطان سے مماثلت:

وہ لوگ، جو اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی طاقت سے پوری طرح آگاہ ہونے کے باوجود اس طرز عمل کا مظاہرہ نہیں کرتے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے اور جو اس سے حقیقت میں نہیں ڈرتے، ان کے اوصاف بالکل شیطان جیسے ہوتے ہیں۔ جو لوگ مستقلاً شیطان کے مشوروں پر عمل کرتے ہیں ان کی سوچ اور جذبہ بھی بالکل اس (شیطان) جیسا ہوتا ہے۔ اس مماثلت کی سب سے واضح نشانی ان لوگوں کا سچائی سے اندھا انکار ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ ازخود ایسے غیر متوازن طرز عمل اور برتاؤ کا مظاہرہ کرتے ہیں جو ان کے اپنے لیے نقصان دہ ہوتا ہے، بجائے اس کے کہ وہ سچائی کو تسلیم کرتے ہوئے، اس کے مطابق زندگی بسر کریں۔ اس احمقانہ روّیے کی بہترین مثال، شیطان کا اللہ تعالیٰ کو چیلنج کرنا ہے۔ اس واقعہ کو قرآن پاک میں پوری نسل انسانی کے لیے مثال کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا کرنے سے پہلے فرشتوں اور جنات کو پیدا کیا جو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تعریف میں مصروف رہتے تھے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو پیدا فرمایا اور فرشتوں کو انہیں (حضرت آدمؑ) کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ فرشتوں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کی اور حضرت آدمؑ کے سامنے سجدے میں جھک گئے۔ مگر شیطان (ابلیس) نے جو کہ جنات میں سے ہونے کے باوجود (فرشتوں کے ساتھ موجود تھا، اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری نہ کی اور اس (اللہ تعالیٰ) کا نافرمان بن گیا۔ اس کی وجہ شیطان کا یہ خیال تھا کہ وہ حضرت آدمؑ سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اے ابلیس! کس چیز نے باز رکھا تمہیں اس کو سجدہ کرنے سے، جسے میں نے پیدا کیا اپنے دونوں ہاتھوں سے، کیا تو نے تکبر کیا یا تو اپنے آپ کو اس سے عالی مرتبہ خیال کرتا ہے۔'' (سورۃ ص۔آیت:۷۵) جس کے جواب میں شیطان نے کہا:

''میں بہتر ہوں اس سے تو نے پیدا کیا ہے مجھے آگ سے اور پیدا کیا ہے اسے کیچڑ سے۔''

(سورۃ ص۔آیت:۷۶)

شیطان کی اللہ تعالٰی کے سامنے اس واضح گستاخی کے نتیجے میں اللہ تعالٰی نے اسے جہنم کے ابدی عذاب کا مستحق قرار دے دیا۔ بلاشبہ شیطان کی یہ گستاخانہ حرکت روحانی اختلافات کی ایک ناقابل فہم حالت کے باعث سامنے آئی۔ وہ (ابلیس) اللہ تعالٰی کے وجود سے اچھی طرح واقف تھا، لازماً وہ اللہ تعالٰی سے براہ راست بات کرتا تھا۔ اسے اللہ تعالٰی کے اوصاف، اسکی طاقت اور جہنم کے ابدی عذاب کا بھی بخوبی علم تھا، پھر بھی اس نے ایسی گستاخی کی۔

درج ذیل آیات مبارکہ میں قرآن پاک ایسے ہی لوگوں کی حالت بیان فرماتا ہے جو شیطان سے مماثلت رکھتے ہیں:

''آپ پوچھیے! کون رزق دیتا ہے تمہیں آسمان اور زمین سے یا کون مالک ہے کان اور آنکھ کا اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور (کون) نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے اور کون ہے جو انتظام فرماتا ہے ہر کام کا؟ تو وہ جواباً کہیں گے اللہ تعالٰی! پس آپ کہیے (جب حقیقت یہ ہے) تو تم (شرک سے) کیوں نہیں بچتے۔'' (سورۃ یونس: آیت:۳۱)

ایک اور اہم بات جس سے یہ لوگ انکار کرتے ہیں وہ ہے سب انسانوں کا مرنے کے بعد زندہ کیا جانا۔ ایک انسان، جسے عدم سے تخلیق کیا گیا اور جسے پتہ ہے کہ وہ ایک دن مر جائے گا، اس سے یہ پوچھنا کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہوگا انتہائی حیران کن اور

غیر منطقی بات ہے۔قرآن مجید تمام انسانوں کو دوبارہ زندہ کیے جانے کے دن اور اس دن کے برپا ہو جانے پر اسے جھٹلانے والوں کی پست حالی سے ہمیں آگاہ فرماتا ہے:

''اے سننے والے! اگر تو (انکے تعصب پر) حیران ہوتا ہے تو حیرت انگیز ان کا یہ قول بھی ہے کہ کیا جب ہم (مر کر) مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں نئے سرے سے دوبارہ پیدا کیا جائے گا، یہی (منکرین قیامت) وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا۔اور انہیں (بدنصیبوں) کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔اور یہی لوگ جہنمی ہیں وہ اس (آگ) میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔'' (سورۃ الرعد۔آیت:۵)

ان کا غرور اور بد دماغی:

''اور جب کہا جائے اسے کہ (میاں) خدا سے ڈرو اور اکساتا ہے اسے غرور گناہ پر ،پس اس کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے۔'' (سورۃ البقرہ۔آیت:۲۰۶)

جو لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ سے نہیں ڈرتے ان کے سب سے خاص اور واضح اوصاف زیادہ غرور اور گستاخانہ رویے ہوتے ہیں ۔اس طرح کے طرز عمل کے پیچھے دراصل انسان کا خود کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے آزاد تصور کرنا اور خود کو ان اوصاف کا مالک خیال کرنا ہوتا ہے جو کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کا حصہ ہے۔یہ طرز عمل اس اعتبار سے بے حد عجیب ہے کہ انسان بہر حال بے حد کمزور اور اس کی صلاحیتیں محدود ہیں۔انسان خود کو کتنا ہی طاقتور اور اعلیٰ تصور کرے، بالآخر تھک ہی جاتا ہے، اسے بھوک لگتی ہے، پیاس لگنے پر وہ تڑپ اٹھتا ہے، نیند آنے پر وہ تختہ دار پر بھی سو جاتا ہے، سر درد اور دوسری بیماریاں اسے کسی بھی وقت گرفت میں لیکر نڈھال کر سکتی ہیں، بڑھاپے کے ساتھ ساتھ اس کا بدن کمزور ہو جاتا ہے اور سب سے بڑھ کر بالآخر اسے مر جانا ہے اور اس کا یہ بدن جس کے بل پر وہ مغرور بنا پھرتا ہے

مٹی میں مل کرفنا ہوجاتا ہے۔

لوگوں کے گستاخانہ رویے کی وجہ سمجھ سے بالاتر ہے جبکہ وہ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہی انہیں عدم سے پیدا فرمایا اور اسی (اللہ تعالیٰ) نے ہمیں تمام تر صلاحیتیں عطا کیں اور یہ کہ وہ (اللہ تعالیٰ) جب چاہیں اپنی عطا کردہ نعمتوں کو واپس لے سکتے ہیں، اور یہ کہ تمام جاندار اشیاء فنا ہو جانے والی ہیں اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہمیشہ رہنے والی ہے لہٰذا صرف وہی لوگ اس قدر گستاخ ہو سکتے ہیں جو اپنی محدود قوتوں کو بھول جاتے ہیں اور جن کا زنگ آلود دماغ ان معاملات کو سمجھنے میں ناکام رہتا ہے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ قارون کا سا تھا، جس کی مثال اللہ تعالیٰ نے پوری نسل انسانی کیلئے بیان فرمائی ہے۔

قارون کے تکبر اور اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرنے کی وجہ اس کی بے انتہا دولت تھی۔ وہ یہ بھول گیا تھا کہ تمام مال و دولت اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اگر وہ (اللہ تعالیٰ) چاہے تو کسی بھی وقت اپنی دولت واپس لے سکتا ہے۔ مگر قارون نے سمجھا کہ یہ خزانے اس نے از خود اپنی اپنی صلاحیتوں کے بل پر حاصل کیے ہیں۔

''بیشک قارون، موسیٰ (علیہ السلام) کی قوم میں سے تھا پھر اس نے سرکشی کی ان پر، اور ہم نے دے دیئے تھے اسے اتنے خزانے، کہ ان کی چابیاں (اپنے بوجھ سے) جھکا دیتی تھیں ایک طاقتور جتھہ (کی کمروں) کو۔ جب کہا اسے اس کی قوم نے زیادہ خوش نہ ہو، بے شک اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا اترانے والوں کو۔ اور طلب کر اس (مال و زر) سے جو دیا ہے تجھے اللہ تعالیٰ نے آخرت کا گھر اور نہ فراموش کر اپنے حصہ کو دنیا سے، اور احسان کیا کر (غریبوں پر) جس طرح سے اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان فرمایا ہے اور نہ خواہش کر فتنہ و فساد کی ملک میں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نہیں دوست رکھتا فساد برپا کرنے والوں کو۔ وہ کہنے لگا مجھے دی گئی

ہے یہ (دولت وثروت) اس علم کی وجہ سے جو میرے پاس ہے۔ کیا اس (مغرور) کو اتنا علم بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر ڈالیں اس سے پہلے قومیں، جو اس سے قوت میں کہیں سخت اور دولت جمع کرنے میں کہیں زیادہ تھیں اور دریافت کیے جائیں گے مجرموں سے ان کے گناہ۔"

(سورۃ القصص۔ آیات:۷۶۔۷۸)

قارون کے گستاخانہ طرز عمل کے جواب میں اسے زندگی ہی میں دردناک سزا دی گئی تاکہ اہل عقل لوگوں کے لیے ایک واضح مثال بن سکے۔ اگر وہ اپنے خیال کے مطابق سب سے بڑھ کر قوت وطاقت کا مالک ہوتا تو ظاہر ہے وہ خود کو اس سزا سے بچا لیتا مگر اس کا علم، خزانے، اس کے ساتھی اور اعلیٰ شان وشوکت اسے اللہ پاک کے عذاب سے نہ بچا سکے۔

"پس ہم نے غرق کر دیا اسے بھی اور اس کے گھر کو بھی زمین میں، تو نہ تھی اس کے حامیوں کی کوئی جماعت جو (اس وقت) اس کی مدد کرتی اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں اور وہ خود بھی اپنا انتقام نہ لے سکا۔ اور صبح کی ان لوگوں نے جو کل تک اس کے مرتبہ کی آرزو کر رہے تھے۔ یہ کہتے ہوئے، اوہو! (اب پتا چلا) کہ اللہ تعالیٰ کشادہ کر دیتا ہے رزق کو جس کے لیے چاہتا ہے اپنے بندوں سے اور تنگ کر دیتا ہے (جس کے لیے چاہتا ہے) اگر اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو ہمیں بھی زمین میں گاڑھ دیتا۔ اوہو! (اب پتا چلا) کہ کفار بامراد نہیں ہوتے۔" (سورۃ القصص۔ آیات:۸۱۔۸۲)

قارون کا دردناک انجام ان لوگوں کے لیے صاف مثال ہے جو اللہ پاک کا ڈر نہیں رکھتے اور جو اپنے جھوٹے غرور کے جال میں گرفتار رہتے ہیں۔ ان لوگوں کے برعکس جو لوگ اللہ تعالیٰ اور دین سے مخلص ہیں اور تکبر نہیں کرتے ان کے لیے آخرت میں انتہائی

خوش کن مقام مخصوص کر دیا گیا ہے:

''یہ آخرت کا گھر ہم مخصوص کر دیں گے اس (کی نعمتوں) کو ان لوگوں کے لیے جو خواہش نہیں رکھتے زمین میں بڑا بننے کی اور نہ فساد برپا کرنے کی اور اچھا انجام پرہیز گاروں کے لیے ہے۔'' (سورۃ القصص۔آیات:۸۳)

ان کا حسد اور جارحانہ پن:

جو لوگ اللہ تبارک وتعالیٰ کے خوف سے بالکل عاری ہوتے ہیں ان کی خود پسندی اس قدر پختہ اور بڑھ جاتی ہے کہ وہ ہر شے کو اپنے لیے مخصوص تصور کرنے لگتے ہیں اور اسے ہر قیمت پر اپنے تصرف میں کرنا چاہتے ہیں۔اسی وجہ سے وہ دوسرے لوگوں کے پاس موجود چیزوں سے حسد کرنے لگتے ہیں۔اس طرح کے طرز عمل کو مثال کے طور پر قرآن پاک حضرت آدمؑ کے دونوں بیٹوں کے درمیان ہونے والے ایک واقعہ کو بیان فرماتا ہے:

''اور آپ پڑھ سنایئے انہیں خبر دو فرزندان آدمؑ کی ٹھیک ٹھیک، جب دونوں نے قربانی دی تو قبول کی گئی ایک سے اور نہ قبول کی گئی دوسرے سے (اس دوسرے نے) کہا قسم ہے میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا (پہلے نے) کہا (تو بلا وجہ ناراض ہوتا ہے) قبول فرماتا ہے اللہ تعالیٰ صرف پرہیز گاروں سے تو اگر بڑھائے میری طرف اپنا ہاتھ تاکہ تو قتل کرے مجھے (جب بھی) میں نہیں بڑھانے والا اپنا ہاتھ تیری طرف تاکہ میں قتل کروں تجھے، میں تو ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے جو مالک ہے سارے جہانوں کا۔میں تو یہی چاہتا ہوں کہ تو اٹھالے میرا گناہ اور اپنا گناہ تاکہ تو ہو جائے دوزخیوں سے اور یہی سزا ہے ظلم کرنے والوں کی۔ پس آسان بنا دیا ہے اس کیلئے اس کے نفس نے اپنے بھائی کا قتل ،سو قتل کر دیا اسے اور ہو گیا

سخت نقصان اٹھانے والوں میں سے۔" (سورۃ المائدہ۔آیات:۲۷۔۳۰)

ایک ایسا شخص جواللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اپنی اندرونی خواہشات کے بارے میں محتاط رہتا ہے اور انہیں قابو میں رکھتا ہے اس کے سوا کوئی ایسا خوف یا ڈر نہیں ہوسکتا جوانسان کو اپنے ذاتی کردار کو درست سمت میں رکھنے کیلئے اس قدر موثر انداز میں بیداری پر مائل رکھے وہ بھائی جواللہ تعالیٰ کا خوف نہیں رکھتا تھا۔اپنے نفس کی بے لگام خواہش سے مغلوب ہوگیا تھا اس بات کے حسد اور غصے میں کہ اس کی قربانی قبول نہیں کی گئی اور اپنے بھائی سے رقابت محسوس کرنے کے باعث اس نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کی دھمکی دی اور پھر اس دھمکی کو عملی جامہ پہنا دیا۔یہ واقعہ ایک واضح نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے نہ ڈرنا اور خود کو اپنے نفس کا غلام بنالینا کس قدر خطرناک ہوسکتا ہے۔

جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا، وہ خود کو کسی بھی معاملے میں نیچا دیکھنے پر اس شخص کو جو اس سے بڑھ کر ہو جسمانی اور ذہنی طور پر نقصان پہنچانے سے قطعاً نہیں ہچکچاتا۔مزید براں حسد اور بغض شیطان کے نمایاں ترین اوصاف ہیں۔جب شیطان کو اللہ تعالیٰ کے دربار سے نکال دیا گیا تو اس نے حضرت آدمؑ کیلئے اپنی تمام تر نفرت اور حسد کا اظہار کیا اور وعدہ کیا کہ وہ حضرت آدمؑ کی آئندہ تمام نسلوں کو جہنم کی طرف دھکیل کرلے جائے گا۔تاہم اس (ابلیس) کے اس وعدے کا اطلاق صرف شیطان کے ساتھیوں اور دوستوں پر ہی ہوتا ہے،اور مومنین ،جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں،اور ہر وقت اپنے اعمال کے بارے میں فکرمند رہتے ہیں،ان پر شیطان کی اس دھمکی کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

ان کی خودپسندی:

''خودپسندی''ہونے کا مطلب ہے کہ انسان کو کسی چیز کی ضرورت نہیں اور یہ کہ انسان کمزوریوں اور نقائص سے پاک اور کسی کو جواب دہ نہیں ۔حقیقتاً یہ اوصاف صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں ۔انسان اور دیگر جاندار تخلیقی اعتبار سے کمزور اور ہمہ وقت کسی نہ کسی ضرورت میں مبتلا رہتے ہیں ۔انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک خاص مقصد کے تحت تخلیق کیا ہے اور وہ ہر لمحہ زندہ رہنے اور خوراک کے حصول کیلئے اللہ تعالیٰ ہی کے محتاج ہیں ۔لیکن جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے خوف سے عاری ہوتے ہیں انہیں اپنی کمزوریاں اپنے بند دماغوں اور بری سوچوں کی وجہ سے نظر ہی نہیں آتیں ۔انہیں کبھی یہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ وہ کبھی بے بس اور غلطی پر بھی ہوسکتے ہیں ۔مزید برآں ،چونکہ انہیں خود پر مکمل اعتماد ہوتا ہے،وہ کبھی بھی برے کام کرنے سے گھبراتے یا ہچکچاتے نہیں،اللہ تعالیٰ اس طرز کو قرآن پاک میں سرکشی قرار دیتے ہیں ۔

''ہاں ہاں! بے شک انسان سرکشی کرنے لگتا ہے اس بنا پر کہ وہ خود کو مستغنی دیکھتا ہے ۔''(سورۃ العلق ۔آیات:٦ ۔٧)

جیسے یہ لوگ خود کو قطعی خودمختار تصور کرتے ہیں اسی طرح وہ خود کو اپنے اعمال کے نتائج سے بھی آزاد سمجھتے ہیں ۔اسی لیے وہ اپنی گستاخانہ روش پر قائم رہتے ہیں ۔اللہ تعالیٰ ان پر جس قدر مہربان ہوتا ہے وہ اتنے ہی گستاخ اور خودسر ہوتے رہتے ہیں ۔وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ ان کا امتحان لے رہا ہے کیونکہ وہ اپنے اس بے لگام طرز عمل میں جس قدر آگے بڑھتے جائیں گے ان کیلئے جہنم کے عذاب میں بھی اسی قدر اضافہ ہوتا جائے گا۔

''اور نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو ان کے مال و اولاد یہی چاہتا ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے انہیں اس دنیا میں اور نکلے ان کا سانس اس حالت میں کہ وہ کافر ہی ہوں۔

(سورۃ التوبہ۔آیت:۸۵)

چونکہ وہ اس حقیقت سے واقف نہیں ہوتے اس لیے وہ ان مواقع اور ذرائع کو، جو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے عذاب سے بچانے کیلئے عطا کرتا ہے، غلط طور پر استعمال کرتے جاتے ہیں مثال کے طور پر، وہ سوچتے ہیں کہ ایک اچھے ماڈل کی پر آسائش کار انہیں حادثات، زخمی ہونے اور موت سے بچائے گی۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ ایک مضبوط اور پختہ عمارت انہیں زلزلوں، طوفانوں اور حملوں سے محفوظ رکھے گی بیشک کوئی شخص ایک پختہ اور مضبوط عمارت میں ہی رہنے کو ترجیح دے گا، تاہم سچ تو یہ ہے کہ دنیا کی مضبوط سے مضبوط عمارتیں بھی وقت آنے پر زمین بوس ہو جاتی ہیں۔

یہ لوگ سوچتے ہیں کہ اپنی صحت اور جسمانی حالت کے حوالے سے ہر طرح کے حفاظتی انتظامات کر لینے سے وہ بیماریوں سے بچاؤ کی طاقت حاصل کر لیں گے۔ مگر انکی یہ مسلسل اور کبھی نہ ختم ہونے والی کوششیں قطعی بیکار ہیں کیونکہ صرف ایک وائرس بھی ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عذاب بن سکتا ہے۔ اسی طرح دماغ میں ایک چھوٹی سی خون کی نالی بھی ان لوگوں کی ابدی عذاب کا آغاز بن سکتی ہے۔ کوئی دوسرا انسان یا کوئی دوسری طاقت، کسی کو اللہ پاک کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ:

''اور وہ بدنصیب، اترتا ہے جس پر میرا غضب تو یقیناً وہ گر کر رہتا ہے۔ (سورۃ طٰہٰ۔آیت:۸۱)

جو لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے وہ موت کی قطعی حقیقت تک کو قبول نہیں کرتے ان لوگوں کیلئے کسی قریبی نوجوان شخص کی موت یا لوگوں کی نظر میں کسی بے حد اہم شخصیت کی

اچانک موت، وقتی طور پر اعصاب شل کر دینے اور رہلا کر رکھ دینے والی ہوتی ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی صحت منداور قابل رشک شخص کا اچانک دنیا سے روپوش ہوجانا،موت کو بھلا دینے والے لوگوں کے لیے بھی اثر انگیز واقعہ ہوتا ہے۔

اسی طرح،ایسے دوست کو،جسے وہ ایک دو دن پہلے بالکل تندرست اور توانا حالت میں ملے ہوں، کسی سڑک کنارے،گاڑی کی زد میں آ کر مردہ حالت میں پڑے پانا اور اسے مردوں کے لیے مخصوص سیاہ بوڈی بیگ میں سر سے پاؤں تک بند بے یارومددگار دیکھنا ،ذہنوں میں ایسی بہت سی باتیں یاد کراتا ہے جنہیں وہ بھولنے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں کسی اپنی ہی عمر،طبقہ اور طرز زندگی رکھنے والے شخص کو سڑک پر ہجوم کے درمیان بے یارومددگار دیکھنا،ان کے دلوں کو اس احساس سے بھر دیتا ہے کہ انہوں نے اپنی موت اور آخرت کیلئے کوئی تیاری نہیں کر رکھی اور موت انہیں بھی اسی طرح اچانک کسی بھی وقت گرفت میں لے سکتی ہے صرف دو دن پہلے تک وہ اپنے ڈیزائنر کولباس کے بارے میں مشورے اپنی پیشہ ورانہ خواہشات کا اظہار کرتے اور دینی فرائض کی ادائیگی کیلئے وقت نہ ہونے کا بہانہ بنا کر مذاق کرتے رہے ہونگے ۔مگر بالکل اچانک،اپنے دوست کو ایسی حالت میں دیکھنے پر ان کی ذہنی حالت بالکل تبدیل ہوجاتی ہے۔اس مردہ حالت میں پڑے شخص کی ''متاع''اس کا چشمہ جو سڑک پر ٹوٹا پڑا ہے،اس کے مڑے تڑے جوتے اور جدید فیشن پر مبنی اس کے گرد آلود لباس تک ہی محدود رہ جاتی ہے۔اس کے مردہ جسم کو جلدی سے ہسپتال کے مردہ خانے میں لے جایا جاتا ہے تاکہ وہ تعفن نہ چھوڑ دے اور پھر اسے دیگر مردہ جسموں کے ساتھ رکھ دیا جاتا ہے۔جو شخص ان لوگوں کیلئے باعث رشک تھا،صرف دو دن بعد انہی لوگوں کے سامنے وہ شخص سفید کفن میں لپٹا زمین میں کھدی قبر میں چلا جاتا ہے۔

مگر پھر بھی ان میں سے اکثر لوگوں کیلئے یہ خوف بھی انتہائی قلیل وقتی ہوتا ہے ۔بہت ہی تھوڑے وقت میں وہ واپس اپنی پہلی ذہنی حالت کی طرف لوٹ جاتے ہیں،

یہ سوچتے ہوئے کہ موت "ان کے سوا" ہر دوسرے شخص کو آلے گی ۔اپنے اردگرد لوگوں کو مرتے دیکھنے کے باوجود، یہ جاننے کے باوجود کہ حیات بعد از موت ان کی منتظر ہے، اپنے بدنوں کو عمر کے ساتھ کمزور ہوتا دیکھنے کے باوجود اپنے انجام کو آہستہ آہستہ قریب آتے دیکھنے کے باوجود یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے اور موت کے بارے میں سوچنے سے بھی انکار کرتے ہیں ۔اسی لیے وہ اپنی باقی بچی مہلت حیات میں اپنے اعمال کو درست کرنے اور اللہ تعالیٰ کی رسی کو تھامنے کی بجائے ہر لحہ بڑھتی غفلت کا انتخاب کرتے ہیں ۔

دعائے مغفرت

راولپنڈی سے بھائی محمد نذیر توحیدی

راولپنڈی سے بھائی محمد اسحاق

گوجرانوالہ سے محمد انور (شوروم والے) کی بھابھی

بنوں سے بھائی نوید احمد (CMHوالے) کی ہمشیرہ

ملتان سے محمد شعیب کھیڑا کے والد

چوک اعظم سے شبیر شاہد ہوتوانی کے بڑے بھائی حافظ حامد بخش

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں ۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات،مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔زوال اُمت میں اُمراء ،علماء،صوفیاء کا کردار۔علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
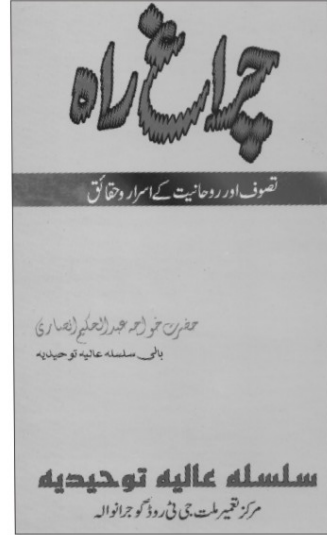
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
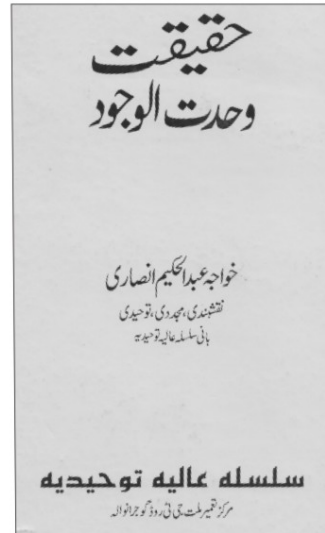
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالمِ روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔
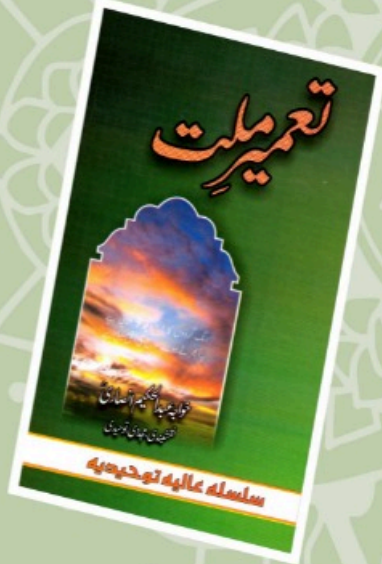
یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com